POSTED ON 17 January 2009 AT DELHI R.M.S. LICENCE NO. U (D.N.) 41/2006-08 TO POST WITHOUT PRE PAYMENT PAGES-8. ● قیمت=/Rs 5

AL-HIRA PUBLIC SCHOOL & HOSTEL
MUHAMMADPUR, SHAHGANJ, PATNA-800006
★ C.B.S.E. Curriculum ★ English Medium
★ Computer & Library Facilities ★ Quality Education
★ Class Monitoring with CCTV ★ Co-Curricular Activities
★ Separate Hostel for Boys & Girls ★ Regular Weekly Tests
Website: alhiraschool.com, E-mail : alhirashahpat@sify.com
Ph.: 0612-2685287, 09431087443
Registration Going on for Session 2009
Admission Test on 15th Feb 2009

''اس شخص سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔'' (قرآن)

سہ روزہ دعوت
نئی دہلی

بچوں کے لئے کہانیوں کا مجموعہ
انمول
اچھی اور مزیدار کہانیاں
جس کی ہر کہانی سے پیارے نبی ﷺ کی کم از کم ایک حدیث آپ کو اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی۔
آج ہی حاصل کریں
ناشر البدر بک سینٹر
مہاجنی ٹولہ، سرائے میر، اعظم گڑھ، یوپی 9839591434

Posting: 17Jan. 2009 Saturday ● سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۲ ریال ● قیمت=/Rs.5 ● ۲۱ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ ● پیر ● 19 Jan. 2009 ● ۱۹ جنوری ۲۰۰۹ء ● شمارہ:۷ ● جلد:۵۷

خبر ونظر

امریکی لیڈر کی پیشین گوئی

گزشتہ ہفتے امریکہ کے صدر منتخب بارک اوباما کا یہ بیان ہندوستانی اخبارات نے نہایت اہتمام کے ساتھ شائع کیا کہ ''ممبئی جیسے حملے امریکی شہروں سمیت دنیا کے کئی شہروں میں ہوسکتے ہیں۔'' ۱۱ جنوری کو اے بی سی نیوز کو انٹرویو میں صدر منتخب نے اپنے یقین کی وجہ یہ بتائی کہ ''ممبئی کے حملوں سے دہشت گردوں کی نئی حکمت عملی سامنے آئی ہے۔ اب وہ محض خودکش بمباری پر انحصار نہیں کر رہے ہیں بلکہ کمانڈوز کی طرح کارروائی کر رہے ہیں اور اس چیز نے نئے حملوں کے اندیشے بہت بڑھادئے ہیں۔'' اے بی سی نیوز کے حوالے سے یہ خبر پی ٹی آئی نے واشنگٹن سے جاری کی جسے انڈین پریس نے ایک بڑی اور اہم اطلاع کے طور پر شائع کیا۔ شائع کرنا بھی چاہئے تھا، اس لئے کہ اوباما کے بیان میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی ضرورت انڈین میڈیا اور یہاں کی سرکاری ایجنسیوں کو ہے۔ ضرورت اس لئے بھی ہے کہ آئندہ پھیلائی جانے والی کہانیوں کے پلاٹس اور ان کی تفصیلات کی تیاری ابھی سے شروع کردی جائے۔ اس کے لئے سامانِ استعمال اور کرداروں کی تیاری بھی اہم کام ہے۔

یقین کرنا کیوں ضروری ہے

ویسے اوباما کے اس انتباہ یا پیشین گوئی کا سب سے زیادہ نوٹس اُن انسانوں کو لینا چاہئے جو متوقع (یا منصوبہ بند) حملوں کے اصل ہدف ہیں۔ اوباما کی وارننگ پر یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں اس لئے کہ وہ دنیا کی سب سے مضبوط، باخبر اور باحکمت مملکت کے صدر منتخب ہیں۔ وہ یقیناً جانتے ہیں کہ حملے کہاں کہاں ہوں گے۔ کس نوعیت کے ہوں گے، حملہ آور کون ہوں گے، کہاں سے آئیں گے، ان کے پاس کیا کیا سامان ہوگا، ان کے موبائل نمبر کیا ہوں گے۔ حملہ آوروں میں کہاں کتنے مارے جائیں گے۔ کتنے زندہ پکڑے جائیں گے اور پھر وہ کیا کیا بیان دیں گے۔ اس کے بعد کیا ہوگا یہ بتانا اوباما کے لئے ضروری نہیں ہے۔ سبھی جانتے ہیں کہ کیا ہوگا۔ کس کے خلاف کیا کیا بنایات دیئے جائیں گے، کیا مقدمات بنائے جائیں گے۔ البتہ یہ یقین کے ساتھ کہنا مشکل ہے کہ حملوں کی ذمہ داری ڈالنے کے لئے پرانے اور مشہور ناموں سے کام چلایا جائے گا یا کچھ نئے نام بھی وضع کئے جائیں گے۔ غرض یہ کہ اوباما کے اس بیان پر کہ مستقبل قریب میں دہشت گردانہ حملے ہوں گے، کسی کو شبہ نہیں ہونا چاہئے، اس لئے کہ امریکہ کے پاس مادی دنیا کی ہر چیز موجود ہے، سی آئی اے اور ایف بی آئی کے علاوہ اس کی تحویل میں اسرائیل اور اس کی موساد بھی ہے۔

طویل جنگ کے نقشے کے مطابق

اوباما کی یہ پیش گوئی دراصل اُس ''طویل جنگ'' کے مطابق ہے جس کی اطلاع جارج بُش جونیئر نے ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے ''حملوں'' کے بعد دنیا کو دی تھی۔ آئندہ رونما ہونے والے واقعات سے اوباما اُسی طرح باخبر ہیں جس طرح ان کے پیش رو بُش ۱۱ ستمبر کے واقعات سے باخبر تھے۔ ۱۱ ستمبر کے بعد بش نے جب یہ کہا تھا کہ ''دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی یہ جنگ طویل عرصے تک جاری رہے گی۔'' تو اس لئے نہیں کہ امریکہ کے پاس اتنے وسائل نہیں کہ فوری طور سے اس پر قابو پاسکے بلکہ امریکہ یہ ''جنگ'' طویل مدت تک جاری رکھنا چاہتا ہے۔ اب دیگر ملکوں میں جو کچھ ہوگا وہ امریکہ کے اسی نقشے میں رنگ بھرنے کے لئے ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ ہر ملک کی سیاست اسے اپنے اپنے ایجنڈے کے مطابق اپنے حق میں استعمال کرے گی۔ بُش کی مجوزہ طویل جنگ، جو گزشتہ دو برسوں میں کچھ سُست پڑ گئی تھی، ممبئی کے واقعات کے بعد پھر تیز ہوگئی ہے۔ اور ہمارا بھارت ورش اس میں باضابطہ شامل ہوگیا ہے۔ (اس باضابطگی کا راستہ ایٹمی توانائی کے حالیہ معاہدے نے صاف کیا تھا) اوباما نے تو دیانتداری کے ساتھ بتادیا کہ ممبئی جیسے حملے آئندہ بھی ہونے والے ہیں لیکن ان حملوں کی اصل مار دنیا کے جن انسانوں پر پڑنے والی ہے، معلوم نہیں وہ اپنے بچاؤ کے لئے کیا سوچ رہے ہیں، یا سوچ بھی رہے ہیں یا نہیں؟ (پ ر)

دہشت گردی کے اصلی نیٹ ورک بے نقاب ہورہے ہیں

ناندیڑ، مالیگاؤں اور مہاراشٹر کے کئی علاقوں اور شہروں میں ہندتو دہشت گردی بے نقاب ہونے کے بعد اب پڑوسی ریاست کرناٹک میں بھی جہاں بی جے پی کی حکومت ہے، اس طرح کا ایک معاملہ سامنے آیا ہے اور وہ بھی بالکل 29 ستمبر 2008ء کے مالیگاؤں بم دھماکہ جیسا معاملہ ہے کہ دہشت گرد ابتداء میں پولیس کو فریب میں مبتلا کرنے اور دہشت گردی کے واقعہ کو مسلمانوں سے جوڑنے میں کامیاب رہے لیکن وہ زیادہ دنوں تک حقیقت پر پردہ نہیں ڈال سکے۔ مالیگاؤں بم دھماکہ کی طرح ہبلی کورٹ میں بم دھماکہ اور دھارواڑ کے نیشنل ہائی وے نمبر ۴ پر بم رکھنے کے سلسلہ میں ہندتو دہشت گردی کی حقیقت دو اور معاملوں میں سامنے آئی۔

10 مئی 2008ء کو ہبلی ضلعی کورٹ میں بم دھماکہ اس وقت ہوا تھا جب کرناٹک اسمبلی انتخابات کے پہلے مرحلہ کی پولنگ ہورہی تھی اور اس کے ٹھیک دو دن بعد اسی کورٹ میں ممنوعہ ایس آئی ایم آف انڈیا کے صدر ناگوری اور دیگر عہدیداران وارکان کے خلاف مقدمہ کی سماعت ہونے والی تھی۔ معاملہ کی انکوائری ابھی تک کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکی لیکن جس طرح مالیگاؤں میں دہشت گردوں نے ممنوعہ ایس آئی ایم کے دفتر کے نیچے موٹر سائیکل کے ذریعہ دھماکہ کرکے یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کی تھی کہ اس میں مسلمانوں خصوصاً ممنوعہ تنظیم سے وابستہ لوگوں کا ہاتھ ہے۔ پولیس نے اسی شبہ کی بنیاد پر مالیگاؤں بم دھماکہ معاملہ میں سات مسلمانوں کو گرفتار کرکے اپنی انکوائری شروع کی تھی جو بعد میں حیرت انگیز طور پر گیا سنگھ ٹھاکر، کرنل پروہت، دیانند پانڈے اور ان کے دیگر ساتھیوں تک پہنچ گئی اور ہندتو دہشت گردی کا پورا نیٹ ورک سامنے آگیا۔ ہبلی کورٹ دھماکہ میں بھی کرناٹک پولیس نے ابتداء میں حالات وواقعات سے یہ تاثر قائم کرلیا کہ اس میں ممنوعہ سیمی کا ہی ہاتھ ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اس نے ۹ مسلمانوں کو گرفتار کرکے اپنی انکوائری تو شروع کردی لیکن وہ کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکی۔ اب ایک دیگر معاملہ جو قتل اور ڈکیتی سے تعلق رکھتا ہے، کی انکوائری کے دوران جب پولیس کے سامنے یہ حقیقت منکشف ہوئی تو اس کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی کہ جن ۹ مسلمانوں کو ہبلی کورٹ دھماکہ معاملہ میں اس نے گرفتار کیا ہے وہ بے قصور ہیں اور حقیقی مجرم ہندتو تنظیموں سے تعلق رکھنے والے دیگر ۹ غیر مسلم ہیں جو اب گرفت میں آئے ہیں اور انہوں نے نہ صرف ہبلی کورٹ دھماکہ میں ملوث ہونے کا اعتراف کیا بلکہ دھارواڑ کے نیشنل ہائی وے نمبر ۴ پر بم رکھنے کی بات بھی قبول اور ان کے قبضہ سے پائپ بم بھی برآمد ہوا جس کی وجہ سے یہ انکشاف ہوا کہ کرناٹک میں بھی ہندتو دہشت گرد سرگرم ہیں۔

13 مارچ کے میل ٹوڈے کی رپورٹ کے مطابق کرناٹک پولیس نے باگلکوٹ کے ایک بزنس مین کے قتل کی جانچ شروع کی تو وہ قتل کے وقت کئے گئے موبائل فون کا پیچھا کرتے ہوئے لیٹروں اور ڈکیتوں کے ایک ایسے گروہ تک جا پہنچی جو اپنے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لئے بم دھماکوں کا سہارا لیتا تھا جس سے پولیس شبہ کسی اور پر کرتی تھی اور وہ اپنا کام کرتے رہتے تھے۔ اس گروہ کے لیڈر ناگراج ہولی باسپا تھبا گی ہے جو ہندتو گروہ سری رام سینا کا کارکن بھی ہے۔ باگلکوٹ کے لوگوں کا کہنا ہے قتل اور ہبلی کورٹ دھماکہ میں جو نو غیر مسلم گرفتار کئے گئے ہیں ان میں سے زیادہ لوگوں نے وشو ہندو پریشد کے ذریعہ ترشول دیکشا بھی لی تھی۔ گرفتار شدگان میں سے دو ارجن سینکالی اور ہوناگی تو بم سازی کے ماہر بھی مانے جاتے ہیں۔ اخبار کی رپورٹ یہ بھی ہے کہ کرناٹک پولیس نے ۱۱ فروری کو باگلکوٹ کی اپنی کانفرنس میں ملزمان کو سری رام سینا کا کارکن تو مان لیا لیکن ریاستی حکومت کے سخت دباؤ کی وجہ سے ابھی تک انہیں سنگھ پریوار کا حصہ ماننے سے کترا رہی ہے۔ پولیس نے ابھی یہ انکشاف نہیں کیا ہے کہ اس گروپ کی سرگرمیوں کی نگرانی کون کرتا ہے اور کہاں سے انہیں ہدایات ملتی ہیں لیکن سری رام سینا کے سربراہ پر مود متالک نے بالکل اسی طرح ہندتو دہشت گردوں کی قانونی مدد فراہم کرنے کا اعلان کیا ہے جس طرح مالیگاؤں بم دھماکہ کے ملزمین کو قانونی مدد فراہم کرنے کا اعلان بی جے پی، شیو سینا اور دیگر ہندتو گروپوں نے کیا تھا۔ اور پر مود کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے بجرنگ دل سے وابستہ تھے۔

13 جنوری کے انڈین ایکسپریس کی یہ رپورٹ بھی ہے کہ 10 مئی 2008ء کو ہبلی کورٹ میں کیا گیا بم دھماکہ بالکل اسی نوعیت کا ہے جس نوعیت کا بم اس سے قبل 18 مئی 2007ء کو حیدر آباد کی مکہ مسجد میں دھماکہ کے لئے استعمال کیا گیا تھا۔ واضح رہے کہ مکہ مسجد بم دھماکہ معاملہ میں صرف مسلمانوں کو پکڑ کر ان پر مقدمہ چلایا گیا تھا لیکن ثبوتوں کے فقدان کے باعث تمام ملزمین بری ہوگئے۔ اب اس معاملہ میں ہندتو گروپوں کی شمولیت کی چھان بین کی جارہی ہے۔ لیکن ابھی تک پولیس کو کوئی سراغ نہیں ملا ہے۔ ہبلی کورٹ دھماکہ سے مکہ مسجد دھماکہ کو جوڑ کر دیکھا جائے تو حیدر آباد پولیس کو شاید کچھ سراغ مل جائے۔

مالیگاؤں بم دھماکہ کی انکوائری سے ہندتو دہشت گردی کے کئی نیٹ ورک کا پردہ فاش ہوا تھا، مہاراشٹر، گجرات، مدھیہ پردیش، اترپردیش اور راجستھان میں ان کے سرگرم ہونے کی باتیں سامنے آئی تھیں۔ ہبلی کورٹ دھماکہ سے کرناٹک میں بھی ہندتو دہشت گردی کے نیٹ ورک کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے جہاں گزشتہ اسمبلی انتخابات کے وقت سیاسی فائدے کی غرض سے کئی بم دھماکے کئے گئے تھے لیکن پولیس نے حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے انہیں مسلمانوں سے جوڑ دیا تھا اب خود پولیس ہی حقیقت کو سامنے لا رہی ہے۔ غرضیکہ مختلف ناموں کے ہندتو دہشت گردی کے نیٹ ورک جیسے جیسے سامنے آرہے ہیں دہشت گردی کا اصلی چہرہ بے نقاب ہورہا ہے۔ ابھی تک اس معاملے میں بڑی مچھلیاں (ہندتو کے علمبردار بڑے رہنما اور تنظیمیں) زد میں نہیں آرہی ہیں جس سے پتہ چل سکے کہ ترشول دیکشا سے بم سازی و بم دھماکے اور فرقہ وارانہ فسادات سے دہشت گردی تک بات کیسے پہنچی اور ان کے پیچھے کیا ذہنیت اور سوچ کام کررہی ہے اور اس کا مقصد کیا ہے۔

●●

رخصت پذیر امریکی صدر کا بھی مواخذہ ہو

نومنتخب امریکی صدر بارک اوباما آئندہ 20 فروری کو اپنے عہدے کا چارج لینے والے ہیں اس لئے امریکہ کے ساتھ ساتھ دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی اس پر بحث جاری ہے کہ نئے امریکی صدر کو گھریلو محاذ پر کن مسائل اور چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور عالمی سطح پر انہیں کون کون سے چیلنج درپیش ہوں گے۔ اس کا جائزہ بھی لیا جارہا ہے کہ انہیں وراثت میں کیا چیزیں مل رہی ہیں اور انہیں ان کا کیا مصرف لینا چاہئے، سیاسی تجزیہ نگار، عالمی سیاست کے منظر نامے میں اپنے ذہن ومزاج اور طبیعتوں کے مطابق نقش ونگار بنانے والے، حکمت عملی ترتیب دینے والے، پالیسی ساز اور رجحان ساز سبھی اپنے اپنے طور پر سرگرم اور مصروف نظر آرہے ہیں اور ہر کوئی حالات کا جائزہ پیش کررہا ہے اور تجاویز ومشورے بھی دے رہا ہے۔ ایک مشورہ رخصت ہونے والے صدر جارج ڈبلیو بش نے بھی دیا ہے کہ آئندہ یعنی آنے والے دنوں میں امریکہ کا اصل مسئلہ کیا ہوگا۔ اسے کون سے چیلنجوں کا سامنا کرنا ہوگا۔ انہوں نے کہا ہے کہ اصل خطرہ امریکی معیشت کا کمزور ہونا نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ امریکہ کی سلامتی کا ہے۔ لہٰذا آنے والے صدر کو اسے اہمیت دینی چاہئے اور اپنی ترجیحات میں پہلے نمبر پر اس کو رکھنا چاہئے۔ واضح رہے کہ انہوں نے یہ بات نومنتخب صدر بارک اوباما کے اس پالیسی بیان کے تناظر میں کہی ہے جو انہوں نے ۸ جنوری کو ورجینیا میں دیا تھا۔ جس میں انہوں نے امریکہ کی گرتی ہوئی معاشی ساکھ اور تباہ حال معیشت کو بحال کرنے پر تمام تر زور صرف کیا تھا جس سے یہ تاثر قائم ہورہا تھا کہ ان کے نزدیک امریکہ کا سب سے بڑا مسئلہ تباہ حال معیشت کو ٹھیک کرنا اور سنبھالنا ہے۔ دوسرے مسائل اس کے بعد آتے ہیں۔ غالباً اس پر تبصرہ کرتے ہوئے رخصت ہونے والے امریکی صدر جارج بش نے نو منتخب صدر کو متوجہ کیا تھا اور یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ حالات کا ان کا یہ جائزہ درست نہیں ہے، یہ بحث یوں ہی جاری رہے گی اور ان کے چارج لینے کے بعد بھی اس کا سلسلہ چلتا رہے گا۔

اس حوالے سے امریکہ کے اندر اور امریکہ کے باہر ایک بحث یہ بھی جاری ہے کہ کیوبا کی سرزمین پر واقع امریکہ کے زیر کنٹرول جزیرہ گوانتا نامو پر امریکہ نے ''خونخوار'' دہشت گردوں کے لئے جو قید خانہ قائم کیا ہے اب وہ بہت جلد بند ہونے والا ہے۔ کیونکہ نومنتخب صدر بارک اوباما نے نہ صرف اپنے انتخابی منشور میں اس کا وعدہ کیا تھا بلکہ منتخب ہوجانے کے بعد بھی اپنے بعض بیانات میں اس کے اشارے دئے ہیں کہ ان کو بند کرنے کا باقاعدہ حکم جاری کردیا جائے گا۔ یہ بات سینیٹر میک کین نے بھی اپنے انتخابی منشور میں کہی تھی لہٰذا اس کا ہونا اب تقریباً یقینی ہے۔ اس لئے اس کے اشارے بھی مل رہے ہیں کہ اس کی عملی صورتوں پر غور وخوض شروع ہوچکا ہے اور اس کے عواقب کا بھی جائزہ لیا جانے لگا ہے۔ اس کے سیاسی اور قانونی پہلوؤں کا بھی جائزہ لیا جارہا ہے اور اس پر بھی غور کیا جارہا ہے کہ اسے بند کرنے میں کیا کیا دشواریاں ہیں۔ اس وقت گوانتا نامو کے قید خانے بلکہ عقوبت خانے میں 250 قیدی محبوس ہیں۔ خود امریکی ماہرین قانون اور ماہرین بین الاقوامی امور کا کہنا ہے کہ ان میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جن کی بے گناہی مسلم ہے۔ ان کا کوئی جرم ثابت نہیں ہے اور ایسے لوگوں کی تعداد 80 بتائی جاتی ہے۔ ان کا تعلق مختلف ملکوں سے ہے۔ لیکن کہا یہ جارہا ہے کہ نہ یہ اپنے آبائی وطن جانے کو تیار ہیں اور نہ وہ ممالک انہیں قبول کرنے پر آمادہ نظر آرہے ہیں جن سے ان کا تعلق ہے۔ ایک خبر یہ ہے کہ انہیں آسٹریلیا میں رکھا جاسکتا ہے لیکن وہاں بھی اس کی مخالفت ہورہی ہے، بعض کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ ان کے خلاف باقاعدہ فرد جرم عائد کی جائے گی اور امریکہ کی عدالتوں میں ان کی خلاف مقدمات چلائے جائیں گے، لیکن ان کے بارے میں بھی ابھی یہ واضح نہیں ہے کہ ان کے خلاف کون سی فرد جرم عائد کی جائے گی۔ یہ قیدی پچھلے چھ برسوں سے یہاں ہیں۔ بہرحال یہ تقریباً طے ہے کہ ان کے خلاف مقدمات چلائے جائیں گے، چونکہ کہ امریکہ نے انہیں پکڑا ہے لہٰذا وہی یہ بھی بتائے گا کہ ان کا جرم کیا ہے۔

پچھلے کچھ دنوں سے رخصت ہونے والے امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کی ''پشیمانی'' بھی ذرائع ابلاغ میں نمایاں جگہ پاتی رہی ہے۔ رخصت ہونے والے امریکی صدر جارج ڈبلیو بش نے ایک بار پھر اس کا اعتراف کیا ہے کہ ان سے کچھ کوتاہیاں اور غلطیاں ہوئی ہیں۔ اس کا ایک سے زیادہ بار اظہار یہ بتا رہا ہے کہ ان کا ضمیر انہیں اندر سے ملامت کررہا ہے جس سے مجبور ہوکر وہ اس کا اظہار کررہے ہیں کہ ان سے کچھ غلطیاں ہوئی ہیں۔ اس سے پہلے بھی وہ اس کا اظہار کرچکے ہیں بلکہ بعض موقعوں پر انہوں نے اس کی صراحت بھی کی ہے کہ کہاں کہاں ان سے غلطیاں ہوئی ہیں مثال کے طور پر ایک موقع پر انہوں نے یہ کہا کہ انہوں نے عراق پر حملہ کرنے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ ایک غلط فیصلہ تھا لیکن وہ یہ کہہ کر کہ اس کی ذمہ داری سے پہلو تہی کرنا چاہتے ہیں کہ امریکہ کی انٹلی جنس ایجنسیوں نے جو معلومات فراہم کی تھیں ان کی بنیاد پر وہ فیصلہ کیا گیا تھا، لیکن ان کی ''بعض'' غلطیوں کا جو خمیازہ دوسروں کو بھگتنا پڑا کیا وہ یہ اتنا کہہ دینے سے اس سے بچ سکتے

باقی صفحہ ۸ پر

بلا تبصرہ

میں نہیں سمجھتا کہ ذات پات کا جو نظام پانچ ہزار سال سے رائج ہے، وہ دس بیس سال میں ختم ہوجائے گا۔ ریزرویشن کے خلاف وہ میڈیا مہم چلا رہا ہے جس پر ''اعلیٰ'' ذاتوں کے لوگوں کا کاروباری غلبہ ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ نسلی تعصب ہمارے نظام میں سرایت کر گیا ہے۔ طبقاتی نظام اس تعصب کو نہ تو عوام کے دماغوں سے مٹا سکتا ہے اور نہ معاشرے سے۔

دیپک یادو، نئی دہلی
ہندو، ۱۰ جنوری ۲۰۰۹ء

اس بوکھلاہٹ کا سبب کیا ہے؟

جس بوسنیا ہرزی گووینا میں 13 سال قبل ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کا قتل عام نسل کشی نسلی، صفایا اور مسلم خواتین کی آبروریزی کے ذریعہ مسلمانوں کی نسلی تطہیر کا گھناؤنا عمل انجام دیا گیا تھا وہاں اب اسلام کے احیاء سے مخالفین میں اپنی ناکامی وہزیمت کے نتیجے میں بوکھلاہٹ پیدا ہورہی ہے۔ کیتھولک کروٹ اور آرتھوڈوکس عیسائیوں نے کمیونسٹ یوگوسلاویہ کو ٹکڑوں میں بکھیرنے کے بعد اپنی لادینیت کو برقرار رکھنے کے باوجود مسلمانوں کو دینی آزادی دینے سے انکار کردیا تھا اور ان کی دینی آزادی و وطنی حریت کے مطالبہ پر اپنی گھناؤنی دہشت گردی اور انسانیت سوز وحشیانہ حرکتوں کا مظاہرہ کیا تھا جن سے صلیبی جنگوں کی تاریخ کو بھی ماند کردیا تھا۔ انہوں نے بوسنیا ہرزی گووینا میں افواج اور سیکیوریٹی فورسز کی مدد وسرپرستی میں مسلمانوں کا قتل عام اس عزم ومنصوبہ کے ساتھ کیا تھا کہ اس خطہ سے مسلمانوں کا صفایا کرڈالیں گے ان کی خواتین کی آبروریزی اس عزم کے ساتھ کی تھی کہ آئندہ ان کے شکموں سے کیتھولک اور آرتھوڈوکس بچے ہی پیدا ہوں گے۔ اس طرح مسلمانوں کی جگہ یہ خواتین عیسائیوں کی آبادی بڑھانے کا ذریعہ بنیں گے۔ لیکن ان کی منصوبہ بندیوں اور دہشت گردی سے جو نتائج آج برآمد ہوئے ہیں ان سے وہ خود بوکھلا رہے ہیں اور طرح طرح سے تشویش واضطراب کررہے ہیں۔

آج بوسنیا ہرزیگووینا میں قدم قدم پر دینی مدارس اور مساجد کھڑے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ تقریباً چالیس لاکھ کی آبادی اور 51,129 مربع کلو میٹر رقبہ زمین پر مشتمل اس مملکت پر دو کروڑ 80 لاکھ ڈالر کی لاگت سے ایک وسیع وعریض شاہ فہد مسجد کمپلکس تعمیر کیا گیا ہے جس میں اسپورٹس اور کلچرل سنٹر بھی شامل ہیں۔ دی نیویارک ٹائمز نے اس امر پر تشویش کا اظہار کیا ہے کہ جنگ سے قبل مکمل باپردہ خواتین اور باریش مرد مشکل ہی سے کہیں دکھائی دیتے تھے۔ آج ہر طرف مکمل پردہ دار خواتین اور طویل داڑھی والے مرد نظر آتے ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ کثیر النسل ملک میں بہت سے لوگ اسلام کے احیاء کا خیر مقدم کررہے ہیں مسلمانوں کی جداگانہ شناخت کو صحتمندانہ رجحان قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ اس سے قدامت پسند اسلام اور حکومت کے اطلاق کردہ سیکولرزم کے درمیان تہذیبی ٹکراؤ پیدا ہوجائے گا جب کہ ریاست کا ڈھانچہ پہلے ہی بکھرا ہوا ہے۔

دی نیویارک ٹائمز کو اس امر پر بھی تشویش ہے کہ چند ماہ قبل سراجیوو میں کچھ لوگوں نے ہم جنسی کے حامی عناصر کی جانب سے منعقد ایک میلہ تقریب کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تھی۔ معاصر یورپ اور مغرب وامریکہ میں جاری جنسی بے راہ روی کو فروغ دینے کے لئے کوشاں ہے۔ چنانچہ اسے اس کے خلاف اٹھائی جانے والی آواز سخت ناگوار گزرتی ہے۔ سراجیوو میں ہم جنسی کے حامی عناصر نے ایک جشن منانے کی کوشش کی تھی جن کے خلاف اسلام پسندوں نے

باقی صفحہ ۸ پر

اسرائیل کے کہنے پر امریکی پالیسی

یروشلم- اسرائیل کے وزیر اعظم ایہود اولمرٹ نے کہا ہے کہ غزہ میں جنگ بندی سے متعلق تجویز منظور کرنے والی اقوام متحدہ سیکورٹی کونسل کی میٹنگ میں امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس کے غیر حاضر رہنے کے لئے انہوں نے ہی صدر جارج ڈبلیو بش کو فون کرکے کہا تھا۔ جس کے بعد صدر بش نے وزیر خارجہ کو نہ صرف تجویز کے حق میں ووٹ دینے سے روکا بلکہ میٹنگ سے ہی غیر حاضر رہنے کا حکم دے دیا حالانکہ وہ قرارداد خود رائس نے تیار کرائی تھی۔ اس کے بعد سلامتی کونسل کے 15 میں سے 14 ارکان نے قرارداد کے حق میں ووٹ دیا تھا لیکن اسرائیل نے غزہ پر حملے کا سلسلہ بند نہیں کیا۔

غزہ کیلئے تین کروڑ چالیس لاکھ ڈالر

ابوظہبی- اقوام متحدہ نے کہا ہے کہ غزہ میں امدادی اشیاء فراہم کرنے کے لئے عطیہ دہندگان ممالک اور انسانی بہبود سے وابستہ تنظیموں نے تین کروڑ چالیس لاکھ کی امداد دینے کا وعدہ کیا ہے لیکن اس وقت تک اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے جب تک اسرائیل غزہ کا محاصرہ ختم نہیں کردیتا۔

عبدالقدیر خاں ایک بند باب

اسلام آباد- پاکستان کے وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے کہا کہ جوہری سائنسداں عبدالقدیر خاں کا جوہری توسیعی نیٹ ورک ایک بند باب ہے اور جوہری طاقت ہونے کے ناطے پاکستان اپنی ذمہ داریوں اور بین الاقوامی ضابطوں کو اچھی سمجھتا ہے۔ ان کا یہ ردعمل امریکہ کی طرف سے مسٹر خان اور ان کے 13 ساتھیوں وتین کمپنیوں کے خلاف جوہری توسیع کے باعث پابندی عائد کئے جانے پر تھا۔ انہوں نے کہا کہ پابندی ملک یا حکومت کے خلاف نہیں ہے۔

اسرائیل کے نشانے پر خواتین وبچے

نیویارک- اقوام متحدہ کے رابطہ کار برائے ہنگامی امداد جان ہومز نے کہا ہے کہ غزہ میں ہلاک ہونے والے افراد میں سے 47 فیصد سے زائد بچے اور خواتین ہیں اور علاقہ میں جس بڑے پیمانے پر تشدد ہورہا ہے اسے دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ غزہ کے پانچ لاکھ لوگ پانی سے محروم ہیں۔ دریں اثنا حماس انتظامیہ کے وزیر صحت نے کہا ہے کہ غزہ کے تقریباً ایک ہزار شہداء میں کم ازکم 400 خواتین ہیں جن میں 270 بچے اور 93 خواتین ہیں۔

ایرانی صدر کا انتباہ

تہران- ایران کے صدر محمود احمدی نژاد نے اپنے پڑوسی عرب ممالک کو خبردار کیا ہے کہ اسرائیل اردن، مصر اور دیگر ہمسایہ ممالک پر حملہ کرسکتا ہے۔ عرب ممالک اور او آئی سی اسرائیل کے ساتھ اپنے تعلقات ختم کردیں۔ ایک انٹرویو میں انہوں نے کہا کہ فلسطینیوں پر مظالم اس بات کا ثبوت ہے کہ صیہونی ریاست جارحیت کی بنیاد پر قائم ہوئی ہے اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے فیصلے یکطرفہ اور غیر انسانی ہیں۔ یہ ادارہ امریکہ اور اسرائیل کے مفاد میں کام کرتا ہے۔

نومنتخب امریکی صدر کا انحراف

نیویارک- امریکہ کے نومنتخب صدر بارک اوباما نے اے بی سی نیوز پروگرام میں کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ خلیج گوانٹانا موکے قید خانے کو بند کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔ ہم نے جیسا سوچا تھا، یہ اس سے زیادہ مشکل ہے۔ وہاں فی الحال تقریباً 250 مشتبہ غیرملکی نظر بند ہیں۔ مسٹر اوباما نے اپنی انتخابی مہم کے دوران عراق سے افواج کی واپسی اور خلیج گوانٹانا مو کے قید خانے کو بند کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن اب وہ اپنے دونوں اہم وعدوں سے مکر رہے ہیں۔

مسلمان تمام انسانوں کی خیرخواہی کا اپنا فرضِ منصبی ادا کریں

مولانا سید جلال الدین عمری

ذیل کی تحریر دراصل وہ خطبۂ جمعہ ہے جو مولانا موصوف نے ۲؍جنوری کو مسجد اشاعت اسلام، دعوت نگر نئی دہلی میں ارشاد فرمایا تھا۔ اس میں موصوف نے امت مسلمہ کے مقصد وجود پر روشنی ڈالتے ہوئے اور اس کے فریضۂ منصبی کو یاد دلانے کے ساتھ عالم اسلام، بالخصوص فلسطین کی تازہ صورتحال کا جائزہ بھی لیا تھا۔ موضوع کی اہمیت اور خطبہ کی افادیت کے پیش نظر اسے تحریری شکل میں ترتیب دے کر یہاں پیش کیا جارہا ہے۔ (مرتب عبدالحق فلاحی)

ہم سب خیر امت ہیں یعنی دنیا کی قوموں میں بہتر قوم ہیں۔ سب سے اعلیٰ اور برتر ملت ہیں۔ ”خیر امت“ ہونے یا دنیا کی قوموں میں سب سے اعلیٰ وارفع ہونے کا اعلان ہم نے خود نہیں کیا ہے بلکہ یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا ”تم اللہ کے فیصلے کے تحت بہترین امت ہو۔“ (آل عمران:۱۱۰) اس کا پہلے سے فیصلہ رہا ہے کہ وہ آخری رسول کی آخری امت ایسی برپا کرے گا جو دنیا میں سب سے بہتر ہوگی، اونچی ہوگی، اعلیٰ وارفع ہوگی، یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے اگر کسی آدمی کو کسی بادشاہ سے یا کسی رئیس سے یا کسی وزیر سے کسی مملکت کے سربراہ سے کوئی سرٹیفکیٹ مل جائے تو وہ خود کو بہت باعزت محسوس کرتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ اسے بہت بڑی دولت مل گئی ہے۔ مگر یہاں معاملہ کسی فرد کا نہیں کسی بادشاہ کا نہیں، کسی رئیس کا نہیں، کسی سربراہ مملکت کا نہیں بلکہ کہا جارہا ہے کہ تم دنیا کی سب سے بہترین قوم ہو، سب سے برتر قوم ہو، مگر سوال یہ ہے کہ یہ برتری کس پہلو سے ہے؟ دولت کے لحاظ سے؟ وسائل وذرائع کے لحاظ سے، کثرت تعداد کے لحاظ سے؟ اسی طرح کے کسی اور سبب سے؟ ان میں سے کوئی بھی سبب یہاں نہیں بیان ہوا ہے۔ قرآن نے اس کی وجہ دو لفظوں میں بیان کی: ”اخرجت للناس“ تم لوگوں کی رہنمائی کے لئے وجود میں لائے گئے ہو۔ تمہارا وجود اس لئے ہے کہ تم لوگوں کی رہنمائی کرو۔ ان کو سیدھا راستہ دکھاؤ اور انہیں ضلالت وگمرہی سے نکالو، ان کو بھٹکنے نہ دو۔ اخرجت للناس کے معنی یہ بھی ہیں کہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے۔ اور وہ فائدہ یہی ہے کہ تم لوگوں کو راہ راست دکھاؤ۔ یہی بات ایک دوسری آیت میں اس طرح کہی گئی ہے۔

”تم میں سے ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے۔“ لہٰذا ہم سب کو ایک ایسی جماعت بن جانا چاہئے جو دنیا کو خیر کی طرف بلائے بھلائی کی طرف دعوت دے۔ یہ وہ کام ہے جو اللہ کے پیغمبر دنیا میں انجام دیتے رہے ہیں۔ اس لحاظ سے تم اللہ کے پیغمبروں کے جانشین ہو۔ وہ بھی اس کام کے لئے دنیا میں آئے تھے۔ اور پھر یہ بھی واضح فرمایا کہ تم کسی خاص گروہ یا قوم کی رہنمائی کے لئے نہیں، کسی خاص طبقے کی ہدایت کے لئے انہیں کسی خاص علاقے میں تبلیغ اور وعظ ونصیحت کے لئے نہیں بلکہ ساری دنیا کی ہدایت ورہنمائی کے لئے اور تمام انسانوں کی رہنمائی کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے۔ چاہے وہ افریقہ کے رہنے والے ہوں، امریکہ کے ہوں، ایشیا کے ہوں یا یورپ کے ہوں۔ کہیں کے بھی ہوں۔ گورے ہوں، کالے ہوں، خواہ کسی بھی رنگ کے ہوں اور کوئی بھی زبان بولتے ہوں۔

ساری دنیا کی ہدایت کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے اور آپؐ کے بارے میں کہا کہ ”اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اعلان کردیجئے کہ میں سارے انسانوں کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔“ یہ نہ سمجھو کہ صرف عربوں کے لئے آیا ہوں، ایران کے لئے آیا ہوں، توران کے لئے آیا ہوں، نہیں سارے انسانوں کی ہدایت کے لئے مجھے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ٹھیک اسی طرح آپ کی امت کے بارے میں کہا گیا کہ وہ ساری دنیا کی ہدایت ورہنمائی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

تو پھر اب کیا کرنا ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ تم اس لئے بہتر اور برتر ہو کہ دنیا کی دوسری اقوام میں تمہارا مقام اس لئے اونچا ہے کہ تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

نیکی کیا ہے اور بدی کیا ہے؟ یہ سب اللہ نے واضح کردیا ہے۔ قرآن نے بتایا ہے کہ معروف کیا ہے؟ منکر کیا ہے؟ بھلائی کیا ہے؟ برائی کیا ہے؟ بھلائی وہ ہے جسے اللہ کے دین نے بھلائی کہا ہے اور برائی وہ ہے جسے اللہ کے دین نے برائی کہا ہے۔ اگر کہیں کسی سوسائٹی میں کوئی معروف چیز منکر یا منکر معروف ہوجائے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک تو فیصلہ کرنے والی چیز اللہ کی کتاب ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ تم اس کی کتاب کی طرف بلانے والے ہو، اللہ کے دین کی طرف بلانے والے ہو۔ لوگوں کی خواہشات اور ترغیبات نفس کی تکمیل کی دعوت دینے والے نہیں ہو۔

چنانچہ نبی کی صفت ہی یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ فرمایا کہ تم اپنے پیغمبر کی اتباع میں دنیا کو سیدھا راستہ دکھاؤ گے، معروف کا حکم دوگے، منکر سے روکو گے جو غلط راستے پر چل رہے ہیں یا جن کے نزدیک معروف منکر بن گیا ہے۔ انہیں حقیقت حال سے آگاہ کرکے ان کی صحیح رہنمائی کروگے۔

آج دنیا سود لے رہی ہے۔ ان کے نزدیک وہ معروف ہے مگر ہمارے نزدیک وہ معروف نہیں ہے بلکہ منکر ہے۔ اسی طرح ایک مرد دوسرے مرد سے اور ایک عورت سے دوسری عورت سے شادی کرلے تو آج اسے برا نہیں سمجھا جارہا ہے۔ عدالتیں اس کے حق میں فیصلے دے رہی ہیں قانون بنائے جارہے ہیں لیکن ہمارے نزدیک یہ صریح منکر ہے۔ اس لئے کہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ منکر ہے۔ چنانچہ اس قبیح عمل کے نتیجے میں قوم لوط تباہ ہوگئی۔ قرآن نے کہا کہ جنسی تسکین کے حصول کا یہ غلط طریقہ ہے اس لئے قرآن نے کہا کہ معروف ومنکر کیا ہے۔ اسے ہم بتائیں گے ہم اس کا فیصلہ کریں گے اور تمہارا کام یہ ہے کہ تم اللہ کے دین کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔ تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر کا مطلب یہ ہے کہ تم اس لئے خیر امت اور بہترین امت ہو کہ تم تمام انسانوں کو ساری دنیا کے مشرق ومغرب کے شمال اور جنوب کے تمام انسانوں کو اللہ کے دین کی طرف بلاتے ہو؟ انہیں بتاتے ہو کہ معروف کیا ہے؟ منکر کیا ہے؟ اور بھلائی کے اختیار کرنے میں فائدہ کیا ہے؟ اور برائی کے اختیار کرنے میں نقصان کیا ہے؟ جو قومیں تباہی کی طرف جاری ہیں، انہیں تم تباہی سے نکالنے والے ہو۔ اس لئے تمہارا یہ مقام ہے۔ اس کے بعد قرآن نے کہا ”اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

بھلائی کے کام بہت سے لوگ کرسکتے ہیں ایک ملحد بھی بھلائی کے کام کرسکتا ہے لیکن تمہاری بنیاد یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اللہ پر ایمان کے بغیر آدمی بھلائی کچھ بھی کام کرے قرآن کے بموجب قیامت کے دن اللہ کی میزان عمل میں ایسے لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ جو خدا اور رسول کو نہ مانے اس کا کوئی بھی کام خواہ وہ کتنا ہی اچھا کام ہو، اللہ کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے باپ کو باپ نہ مانے اور کہے کہ یہ میرا باپ نہیں ہے، اور لاکر اسے کپڑے پہنائے تو اس کے باوجود وہ مجرم ہی رہے گا۔ اسی طرح اگر کوئی اپنی ماں کو کہے کہ تو میری ماں نہیں ہے۔ اور پھر اس کے ساتھ حسن سلوک کرے تو اسے مجرم ہی کہا جائے گا۔ محض اس وجہ سے کہ وہ اسے کھانا کپڑا دے رہا ہے، یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ بہت اچھا کام کررہا ہے قرآن بھی یہی کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص خدا پر ایمان لائے بغیر خواہ کتنا بھی اچھا کام کرے قیامت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

اللہ کہتا ہے کہ تمہاری خصوصیت یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ سارے کام۔ اللہ کی طرف بلانا اللہ کا راستہ دکھانا اور اس کی ہدایت کی طرف بلانا۔ اس کی بنیاد یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس ایمان کے نتیجہ میں دنیا کو بھلائی کی طرف بلا رہے ہو۔ یہ پہچان بتائی گئی ہے اس خیر امت کی۔ یہ سن کر تو ہمیں خوشی ہوتی ہے کہ اللہ نے ہمیں خیر امت کہا ہے، بہترین امت کہا ہے لیکن خیر امت ہونے کے تقاضے ہمارے ذہن میں نہیں آتے۔ خیر اُمت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عقیدے کے لحاظ سے تم بہتر ہو، عمل کے لحاظ سے تم بہتر ہو، اور سیرت وکردار کے لحاظ سے تم بہتر ہو۔ کسی کو بھلا آدمی کہنے کا مطلب یہی ہوتا ہے۔ ہم تو بعض اوقات لوگوں کی ایک آدھ چیزوں کو ہی کو دیکھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں تو ہر چیز ہے۔ اللہ نے کہا کہ اس کی نگاہ میں تم بہترین امت ہو۔ تمہیں توحید کا بہترین عقیدہ دیا گیا ہے۔ جس کا دنیا میں کوئی بدل نہیں ہے۔ اور اس عقیدے کی حامل تم ایک ایسی امت ہو جسے اعلیٰ اخلاق وکردار سے آراستہ کیا گیا ہے۔ یہ اعتماد تھا اس امت پر خدا کا۔ چنانچہ فرمایا کہ یہ ایک ایسی امت برپا کی گئی ہے جو خیر کی طرف دعوت کا کام کرے گی اور جب یہ اقتدار میں آئے گی اس وقت بھی یہی کام کرے گی۔ ایسا نہیں کہ اقتدار مل گیا، طاقت مل گئی تو یہ کام چھوڑ کر وہ کوئی اور کام کرنے لگے گی۔ اس امت کے افراد اللہ کے دین کی طرف لوگوں کو بلائیں گے۔ اس کی تعلیم دیں گے۔ اس کی تلقین کریں گے۔ اسے دلائل کے ساتھ پیش کریں گے اور اللہ نے انہیں جو اقتدار دیا ہے اس طاقت کو اس کی خوشنودی کے لئے استعمال کریں گے۔ حج کا موقع تھا، بڑا مجمع تھا، حضرت عمرؓ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: لوگو! یاد رکھو اللہ نے تمہیں ”خیر امت“ کہا ہے۔ کسی اور نے نہیں اللہ نے کہا ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہا ہے کہ معروف کا حکم دو گے اور منکر سے روکو گے اور اللہ پر ایمان رکھو گے اگر یہ شرط پوری نہیں کرو گے تو تم دعویٰ نہیں کرسکتے کہ ہم خیر امت ہیں۔ تمہارا عقیدہ اگر بگڑ جائے تمہاری سیرت بگڑ جائے، تمہارا اخلاق بگڑ جائے، غلط راہ پر تم چلنے لگو، غلط راستے کی طرف دعوت دینے لگو تو تم خیر امت کہلانے کے حقدار ہرگز نہیں ہوسکتے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا جو وسیع کام اس امت کو انجام دینا ہے۔ اس کے بارے میں نبی کا ارشاد ہے جسے بار بار آپ نے سنا ہوگا: اگر آدمی کہیں کوئی برائی دیکھے اور طاقت سے اسے روک سکتا ہو تو اسے طاقت سے روک دے۔“

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا جو وسیع کام اس امت کو انجام دینا ہے۔ اس کے بارے میں نبی کا ارشاد ہے جسے بار بار آپ نے سنا ہوگا: اگر آدمی کہیں کوئی برائی دیکھے اور طاقت سے اسے روک سکتا ہو تو اسے طاقت سے روک دے۔“

اپنے اپنے دائرہ کار میں لوگوں کا اثر ونفوذ ہوتا ہے۔ کسی کو اپنی بستی پر اقتدار حاصل ہوتا ہے، کسی کی بات محلے میں سنی جاتی ہے اور کوئی سیاسی طاقت رکھتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص بھی برائی دیکھے وہ خاموش نہ ہوجائے۔ طاقت ہے تو طاقت کا استعمال کرکے اس برائی کو روکے۔ لیکن اگر معلوم ہو کہ ہمارے پاس طاقت نہیں ہے۔ ہم منصب اور عہدہ نہیں رکھتے اس لئے کسی پر زور زبردستی نہیں کرسکتے۔ ہم حد نہیں جاری کرسکتے۔ ہمارا کوئی آرڈی نینس نہیں جاری ہوسکتا لیکن انسان اپنے گھر میں تو بے بس نہیں ہے اور رشتہ داروں کے درمیان وہ بے بس نہیں ہے۔ ان کے درمیان وہ اپنی بات رکھے اور کہے کہ یہ کام غلط ہے۔ شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی یہ کام نہیں ہونا چاہئے۔ اس پر میں کوئی سمجھوتہ نہیں کرسکتا۔ اس کے خلاف سخت ایکشن لیا جائے گا۔ البتہ جہاں وہ بے بس ہو کہ محلے اور بستی کی لوگ اس کی بات نہیں سنتے، شہر کے لوگ اس کی بات نہیں سنتے تو آپؐ نے فرمایا: زبان سے کہے کہ یہ برائی ہے، تقریر کے ذریعہ کہے، نیٹ کے ذریعہ کہے اور پیغام پہنچانے کے جو بھی ذرائع ووسائل دستیاب ہیں ان سب کو استعمال کرے۔

اس کے بعد فرمایا: اگر آدمی منکرات کے ارتکاب پر زبان بھی نہ کھول سکے تو دل میں برا محسوس کرے یعنی اگر ایسی صورت حال پیدا ہوجائے کہ آدمی زبان بھی نہ کھول سکے، جان جانے کا خطرہ پیدا ہوجائے تو آپؐ نے فرمایا کہ دل ہی میں برا محسوس کرے۔ یہ نہ کہے کہ اچھا ہے، ہونے دو بلکہ دل میں برا محسوس کرے۔ برا سمجھنے کا مطلب محدثین کرام نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ کہے کہ اے اللہ! یہ برائی ہورہی ہے میرے ہاتھ میں طاقت ہوتی تو میں اسے روکتا۔ مگر میں زبان نہیں کھول سکتا اگر زبان کھولی تو کاٹ دی جائے گی۔ یا مجھے قتل کردیا جائے گا یا جیل بھیج دیا جائے گا۔ تب یہ سمجھا جائے گا کہ واقعی برائی کو آدمی برائی سمجھ رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اے اللہ! اگر تو مجھے طاقت دیتا تو یہ سوسائٹی ایسی نہ ہوتی، مسلمانوں کا یہ حال نہ ہوتا۔

علماء کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی زبان سے سے روک سکتا ہو مگر زبان سے نہ روکے صرف دل ہی میں اسے رکھ لے اور دل سے برا سمجھنے لگے تو یہ جائز نہیں ہے۔ آخر یہ زبان اللہ نے کس لئے دی ہے؟ اس لئے تو دی ہے کہ حق بات کی اشاعت ہو۔ اسے پھیلایا جائے۔ اسے عام کیا جائے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اگر زبان کھولنے کی طاقت ہے تو برائی کو محض دل میں برا سمجھنا صحیح نہیں ہے اور اگر اپنے پاس اقتدار ہو اور اسے برائی مٹانے کے لئے استعمال نہ کیا جائے تو یہ بھی غلط ہے۔ ہر شخص ہر مسلمان یہ جائزہ لے سکتا ہے کہ وہ کس پوزیشن میں ہے۔ کیا وہ برائی کو صرف دل ہی میں برا سمجھے گا۔ نہیں وہ جہاں زبان کو استعمال کرسکے کرے، ریڈیو کے ذریعہ، ٹی وی کے ذریعہ، تقریر کے ذریعہ، تحریر کے ذریعہ، ڈسکشن کے ذریعہ برائیوں کو مٹائے، نیکیوں کو پھیلائے اور دنیا کو بتائے کہ اللہ کے دین کے اتباع ہی میں ہماری اور تمہاری نجات ہے اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ اگر تم دنیا اور آخرت دونوں جگہ کامیاب ہونا چاہئے ہو تو یہ راستہ اختیار کرو، اللہ پر ایمان رکھنا، برائی سے روکنا اور بھلائی کی طرف بلانا اور نیکی کا حکم دینا یہ ہے اصل کام، آگے فرمایا کہ یہی حقیقت اہل کتاب کو سمجھائی جارہی ہے کہ اگر وہ اس طرح ایمان لاتے جس طرح ایمان لانا چاہئے اور اس کام میں شریک ہوجاتے تو انہی کے حق میں بہتر تھا۔ اگر یہ یہود ونصاریٰ مسلمانوں کے ساتھ لگ جاتے، ان کا ساتھ دیتے تو یہ ان کے حق میں بہتر ہوتا لیکن حقیقت میں ان میں سے بہت کم لوگ ہیں جو صحیح معنوں میں ایماندار رہتے ہیں اور ان میں سے اکثر فاسق وفاجر ہیں۔

پھر اس کے بعد کہا: یہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے، نقصان پہنچانے کی باتیں تو کرسکتے ہیں، سازشیں کرسکتے ہیں لیکن اگر کبھی یہ تمہارے مقابلے میں آئے تو بھاگ کھڑے ہوں گے جم نہیں سکیں گے، جان دینا ان کے لئے آسان نہیں ہے۔ آدمی حق پر جان دیتا ہے۔ ناحق پر جان دینا آدمی کے لئے بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان اگر اللہ پر ایمان رکھنے کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض انجام دے تو اس کے مقابلے میں کوئی قوم نہیں ٹھہر سکتی لیکن اگر وہ یہ کام نہیں کررہی ہے تو ہر قوم اسے ڈرائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہود کے بارے میں فرمایا: اگر وہ تمہارے مقابلے میں آئیں گے تو وہ ٹھہر نہیں سکیں گے، بھاگ کھڑے ہوں گے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پر تمہارا ایمان ہے۔ اور تم دنیا میں حق کی تبلیغ کررہے ہو، حق کی دعوت دیتے رہے ہو ایسی قوم کا مقابلہ دنیا میں کون کرسکتا ہے۔ یہ سازشیں کرسکتے ہیں تمہاری مخالفت کرسکتے ہیں اور فتنے پیدا کرنے کی کوشش کرسکتے ہیں لیکن تمہارے مقابلے میں جم نہیں سکتے۔

اس وقت یہودی ملک اسرائیل جو کچھ کررہا ہے، آپ کے سامنے ہے، قرآن اس قوم کے بارے میں کہتا ہے: یہ بڑی بدنصیب قوم ہے یہودیوں کی۔ پیغمبروں تک کو قتل کرڈالا انہوں نے جو حق وانصاف کے علمبردار تھے۔ بزدل قوم نیک لوگوں پر ہاتھ اٹھاتی ہے۔ اس قوم یہود کا یہی حال ہے کہ کوئی نصیحت کرنے والا ہو تو اس کی جان لے لیں گے لیکن اگر کوئی طاقت ور ہو تو بھاگ کھڑے ہوں گے۔

اس وقت اسرائیل فلسطین میں بہت ظلم کررہا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت اسرائیل جس طرح ظلم وزیادتی کررہا ہے کیا اسے حق بجانب ٹھہرایا جاسکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل کا وجود ہی ناجائز ہے۔ مغربی طاقتوں نے چاہا کہ مسلمانوں کے بیچ میں ان کی بھی ایک طاقت رہے۔ چنانچہ ان کے درمیان جبراً اسرائیل کی سلطنت قائم کردی اور جتنی اس کی سلطنت تھی۔ اس نے طاقت کے ذریعہ علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ اب جس طرح وہ ظلم وزیادتی کررہا ہے، بمباری کرکے آبادیوں کو تباہ کررہا ہے۔ مسجدیں ڈھا رہا ہے اللہ کے گھروں کو برباد کررہا ہے، سیکڑوں انسانوں کو تباہ کررہا ہے، اس کا کوئی جواز نہیں ہے، محصور غزہ کے لوگوں کے پاس جو سامان پہنچ رہا ہے، جو دوائیں پہنچ رہی ہیں اس میں اسرائیل رکاوٹ ڈال رہا ہے۔ ساری دنیا بمباری بند کرنے کے لئے کہہ رہی ہے۔ مگر وہ کچھ نہیں سنتا۔ اس لئے کہ امریکہ کہتا ہے کہ وہ ٹھیک کررہا ہے۔ یو این او میں بمباری روکنے کی بات آئی تو امریکہ نے ویٹو کردیا اور بات آئی گئی ختم ہوگئی۔

یہ سب کچھ کس لئے ہے؟ آخر ایسا کیوں ہے؟ تعداد اور طاقت کے لحاظ سے مسلمان اتنے ہیں کہ بقول شخصے اگر کنکریاں بھی وہ پھینکیں تو اسرائیل اس میں دب جائے۔ لیکن سب ڈر رہے ہیں۔ یہ ظلم ہورہا ہے، بربریت ہورہی ہے اس کے خلاف کوئی حکومت آواز نہیں اٹھا رہی ہے۔ گفتگوئیں کرتے ہیں اور خاموش ہوجاتے ہیں اور پھر امریکہ سے پوچھتے ہیں کہ کرنا کیا ہے؟ وہ جو کہتا ہے وہی کرتے ہیں۔ اسرائیل کو بھی معلوم ہے کہ ان میں سے کسی کے اندر بھی دم نہیں ہے۔ یہ جو بزدلی ہے اس لئے آئی کہ یہ صحیح معنوں میں اللہ پر ہمارا ایمان ہے اور ہم وہ کام کررہے ہیں جس کے لئے ہمارا وجود تھا۔ جس کے بارے میں قرآن نے کہا کہ تم سب سے بہتر اُمت ہو اور دنیا کی سب سے طاقتور امت ہو۔ لیکن جب ہم وہ کام ہی نہیں کررہے ہیں تو طاقت کہاں سے آئے گی؟ ہماری طاقت تو اس میں پوشیدہ تھی کہ اللہ پر ہمارا ایمان ہوتا اور اس کے دین کو لے کر ہم کھڑے ہوتے۔ جب کہ کام نہیں ہورہا ہے تو بزدل ہی ہوں گے ہم۔ اسرائیل کو ظاہر ہے امریکہ نے مسلح کیا ہے۔ ایسے میں اس کی حمایت کے بل بوتے پر کوئی بھی اس کو ڈرا سکتا ہے۔ اس سے چھوٹی طاقت آپ کو دبا سکتی ہے۔

آپ کے اندر جان اس وقت آئے گی۔ طاقت اس وقت آئے گی جب اللہ کے دین پر آپ کا ایمان ہوگا اور اس کا پرچم لے کر آپ کھڑے ہوجائیں گے، جان دے دیں گے مگر وہ پرچم گرنے نہیں دیں گے۔ وہ جھنڈا ہمیشہ آپ کے ہاتھ میں رہے گا۔ قرآن کہتا ہے کہ اللہ نے طاقت تمہیں اسی بنیاد پر دی تھی۔ اگر مسلمان اپنی اس اصل ایمانی طاقت کا مظاہرہ کریں تو یہ تمہارے مقابلے میں آنے کی ہمت نہیں کریں گے۔ یہ یہودی، عیسائی بھاگ کھڑے ہوں گے۔ یہ بزدل قوم ہے۔ اللہ پر ان کا ایمان نہیں ہے جس طرح ہونا چاہئے اور نہ یہ دین کی اس طرح تبلیغ کررہے ہیں جس طرح تم کررہے ہو۔ ایسی صورت میں یہ تمہارا کیا مقابلہ کریں گے؟ جو قوم اور ملت بامقصد ہو اسے کوئی قوم زیر نہیں کرسکتی۔

اس وقت جو صورت حال ہے، اس کے سلسلے میں ہم سب لوگوں کو سوچنا چاہئے۔ بادشاہان وقت سے کہا جائے کہ اتنی طاقت رکھنے کے باوجود ایسی بزدلی کیوں آئی ہے؟ تمہارے بھائیوں کا خون بہہ رہا ہے اور کسی کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔ یہ کیسی زندگی ہے؟ اس سے تو موت بہتر ہے، قرآن نے ان بزدلوں کے بارے میں کہا: یہ تمہارے سامنے ٹھہریں گے نہیں۔ لیکن اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم بزدل ہیں، وہ طاقت ور ہیں۔ اس لئے کہ ہماری طاقت کا اصل سرمایہ اللہ کا دین رہا ہے جب تک ہم اس کے دین پر عمل پیرا رہے اور اس کے دین کا جھنڈا لئے آگے چلتے رہے، دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں تھی جس نے ہمیں زیر کیا ہو۔

ان حالات میں ظاہر ہے، ہمارے اندر یہ جذبہ ہونا چاہئے کہ فلسطینیوں پر جو ظلم ہورہا ہے، ہمارے بھائیوں پر جس طرح زیادتی ہورہی ہے، رات دن بمباری ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے انہیں محفوظ رکھے اور ہم میں سے جو شخص حکومت تک بات پہنچا سکتا ہے۔ امریکہ تک بات پہنچا سکتا ہے۔ اسرائیل کے سفارت خانے تک بات پہنچا سکتا ہے۔ اسے پہنچانی چاہئے اور بتانا چاہئے کہ ہم کچھ نہیں کرسکتے۔ لیکن ہم اسرائیل اور بش کی جارحیت سے نفرت کرتے ہیں۔ اسے ناپسند کرتے ہیں کہ فلسطینیوں کے ساتھ ظلم وزیادتی ہو۔

●●

انسان کی کمزوری اور عاجزی کا پیغام

مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی، استاذ حدیث: جامعہ عربیہ امدادیہ، مراد آباد

خداوند قدوس نے انسان کو اس کائنات کی سب سے معزز اور افضل مخلوق بنا کر وجود بخشا ہے اور اس کو کرامت واعزاز کی تمام نعمتوں سے نوازا ہے، ساتھ ہی یہ بھی بتادیا ہے کہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ انسان کی اسی خلقی وفطری کمزوری کے پیش نظر خدائے حکیم وعلیم نے انسان کی ہر موقع پر رعایت بھی رکھی ہے۔ احکام واعمال میں اسی لئے تخفیف رکھی گئی ہے، فطری کمزوری کی وجہ سے کوتاہیوں اور تقصیرات کا ہونا یقینی ہے۔ اس لئے مغفرت، معافی اور توبہ کے دروازے بھی کھول دیئے گئے ہیں۔

انسان کی یہ فطری کمزوری ہمہ جہت ہے۔ انسان جسم وجثہ کے لحاظ سے بھی کمزور ہے۔ نفسیاتی اعتبار سے بھی کمزور ہے، عزم وارادہ کے لحاظ سے بھی کمزور ہے اور نفس کے تقاضوں، خواہشوں اور مطالبات پر کنٹرول کرنے کی طاقت کے لحاظ سے بھی کمزور ہے۔
اسی لئے قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ:

”اللہ تو تم پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمانا چاہتا ہے، مگر جو لوگ خود اپنی خواہشات نفس کی پیروی کررہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہ راست سے ہٹ کر دور نکل جاؤ، اللہ تم پر سے پابندیوں کو ہلکا کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔“
(النساء/۲۷-۲۸)

مذکورہ آیات آزاد عورتوں سے شادی نہ کرسکنے کی صورت میں باندیوں سے شادی کی اجازت کے ذیل میں آئی ہیں۔ انسان کمزور ہے، اس کی کمزوری کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ وہ آزاد عورت سے شادی کی استطاعت نہیں رکھتا، لیکن اس کے لئے نفس کے شہوانی تقاضوں کے آگے بند لگانا بھی مشکل ہوجاتا ہے۔ عفت کے تحفظ کے لئے اُسے نکاح کی ضرورت ہوتی ہے، اس کی کمزوری اور عدم استطاعت کا اسلام لحاظ کرتا ہے اور اسے باندیوں سے نکاح کی اجازت مرحمت فرماتا ہے۔ انسانی کمزوری کی اسلامی رعایت کا یہ واضح نمونہ ہے۔

جہاد کے حکم کے ذیل میں قرآن کہتا ہے: ”اے نبیؐ! اہل ایمان کو جہاد پر آمادہ فرمایئے، اگر تم میں بیس آدمی صابر وثابت قدم ہوں تو وہ دوسو پر غالب آئیں گے، اور اگر تم میں سو آدمی ایسے ہوں تو منکرین حق میں سے ہزار آدمیوں پر غالب آئیں گے۔ اچھا: اب اللہ نے تمہارا بوجھ ہلکا کردیا۔ اور اسے معلوم ہوا کہ تم میں کمزوری ہے، تو اگر تم میں سے سو آدمی صابر ہوں تو وہ دوسو پر، اور ہزار آدمی ایسے ہوں تو دو ہزار پر اللہ کے حکم پر غالب آئیں گے۔ (الانفال/۶۵-۶۶)

ان آیات میں بھی انسان کی کمزوری کی خاص رعایت کا ذکر ہے، ابتداء میں اہل ایمان کو صبر وثبات کی مدد سے دس گنا زائد مخالفوں سے مقابلے کا حکم تھا، لیکن پھر ان کی فطری کمزوری کے پیش نظر اس کے بجائے صرف دوگنا مخالفین سے مقابلے کا حکم دیا گیا۔ اس تخفیف میں تمام اہل ایمان کی رعایت رکھی گئی ہے۔ انسانی کمزوری کے واضح بیان میں اس طرح آیا ہے کہ ”اللہ ہی تو ہے جس نے کمزوری کی حالت سے تمہاری پیدائش کی ابتدا کی، پھر اس کمزوری کے بعد تمہیں قوت بخشی، پھر اس قوت کے بعد تمہیں کمزور وبوڑھا کردیا۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔“
(الروم:۵۴)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ انسان کی تخلیق حالت کمزوری سے ہوئی ہے، اس کی تخلیق میں قوت کا عنصر نہیں، کمزوری کا عنصر ہے، جب ایسا ہے تو اس میں کمزوری کی گہری جڑیں ضرور موجود رہیں گی، گو بعد میں کسی وجہ سے قوت بھی آجائے مگر یہ فطری ضعف بہرحال رہے گا۔ جوانی کے زمانے میں انسان کو جو قوت حاصل ہوتی ہے وہ بچپن کی کمزوری اور بڑھاپے کے ضعف کے درمیان کی عارضی حالت ہے۔ اصل یہ ہے کہ ضعف کے عناصر انسان کے ساتھ ہمہ وقت چمٹے رہتے ہیں، کبھی الگ نہیں ہوتے۔

انسان کے جسم کا حال یہ ہے کہ بسااوقات ایک ایسا کیڑا بھی اُسے موت کی دہلیز پر پہنچا دیا ہے۔ جو دیکھنے میں بھی نہیں آتا۔ طاقتور جوانی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ایک گھونٹ زہر کے آگے اس کے سب قویٰ جواب دے جاتے ہیں اور وہ چٹ پٹ لقمہ موت بن جاتا ہے۔

انسان کا نفس اور اس کی قوت ارادی ہمہ وقت کمزوری کے عناصر کی زد میں رہتے ہیں، بسااوقات کسی حسین انسان کی ایک نگاہ ناز نوجوان وطاقتور انسان کے قلب ودماغ کو اپنا اسیر وبے بس بنا ڈالتی ہے، اور اُسے ذلیل وعاجز کرکے چھوڑتی ہے، بھوک وپیاس کی شدت میں انسان کی طاقت اور صبر دونوں جواب دے جاتے ہیں، ناگوار حالات اور دشواریاں سامنے آتی ہیں تو انسان کی ہمت ماند پڑ جاتی ہے۔

برداشت کمزور ہوجاتی ہے۔ وہ جزع فزع پر اُتر آتا ہے۔ انسان پر خوشحالی اور فراوانی کے حالات آتے ہیں تو اس کے ارادہ کی کمزوری اس کو بخل وحرص کے جذبات کا مقابلہ کرنے سے عاجز کردیتی ہے، یہ اور اس جیسے بے شمار امور ہیں جو ہر ہر مرحلے پر انسان کی کمزوری کی شہادت اور ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

انسان کی کمزوری کے لئے کیا یہ کم ثبوت ہے کہ اُسے جاننے کے بعد بھولنا ہوتا ہے۔ عقل کے بعد محروم عقل ہونا ہوتا ہے، صحت کے بعد بیمار ہونا ہوتا ہے جوانی کے بعد بڑھاپے میں جانا ہوتا ہے۔ اُسے زندگی کی ساعتوں کے بعد موت آنی ہے۔ یہ انقلابات انسان کے لئے پیغام وعبرت اور درس وموعظت کا درجہ رکھتے ہیں۔

انسانی زندگی کا کیا عجیب تضاد ہے کہ ایک طرف وہ فطرۃً بے حد کمزور ہے، دوسری طرف اس کو اپنی ذات پر اتنا غرور اور گھمنڈ ہوتا ہے کہ وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا، اپنی عارضی قوت پر اکڑنے والوں کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ ان کی یہ قوت بہت محدود ہے اور اسے زوال پذیر اور ضعف آشنا ہونا ہے، واقعہ یہ ہے کہ انسان اپنی کمزوری کے باوجود اپنے ذہن ودماغ کی صلاحیتوں، بڑے سے بڑے طاقتور عناصر سے نمٹنے کے کارگر حیلوں اور تدبیروں سے واقفیت کی وجہ سے غرور وتکبر میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اُس کی تدبیری قوت کا یہ کمال ہے کہ وہ دنیا کی ہر چیز کو اپنا تابع وخادم بناسکتا ہے، وہ فہم وفراست، بصیرت وبصارت، علم ودانش، ذہن ودماغ کی دولتوں اور صلاحیتوں کی وجہ سے اپنے کو کمزور ہوتے ہوئے بھی سب سے طاقتور سمجھتا ہے۔ نت نئے انکشافات واختراعات، سائنسی ایجادات، چاند اور خلاء تک رسائی کے دعوے انسان کو تکبر وغرور، اتراہٹ اکڑ اور خالق ومالک کے انکار تک پہنچاتے ہیں۔ وہ ہر چیز کو اپنا ذاتی کمال اور اپنی صلاحیت کا کرشمہ سمجھتا اور رب کائنات کی قدرت مطلقہ کو فراموش کردیتا ہے۔

انسان کو اس نشے سے ہوش میں لانے کے لئے اور اسے اس کی کمزوری اور عاجزی کا احساس دلاکر حقیقت واطاعت کی دنیا میں لانے کے لئے اللہ اسے تنبیہ کرتا ہے۔ یہ تنبیہ معمولی کیڑے کے ذریعہ بھی ہوتی ہے۔ بیماری کی راہ سے بھی ہوتی ہے۔ مصیبت میں مبتلا کرکے بھی ہوتی ہے۔ اور حادثات کے واسطے سے بھی ہوتی ہے۔ تاکہ انسان اپنی کمزوری کا احساس کرے۔ پھر اگر اس کی عقل سلیم ہے تو یہ احساس اُسے ایمان واطاعت کی اُس راہ پر لے جائے گا جو راہ نجات ہے۔ دنیا کی مادّی اور سائنسی ترقیات کو اپنی قوت کی علامت سمجھنا انسانی حماقت ہے، ترقیات کی دوڑ لگانے والا انسان اپنی عملی زندگی میں کس قدر ناکام ہوتا ہے اور اپنی ابدی رسوائیوں کے لئے سامان کرتا ہے تصور نہیں کیا جاسکتا۔ بقول شاعر۔

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر نہ کرسکا

اسلام کا پیغام یہی ہے کہ انسان ہمہ وقت اپنی کمزوری اور عاجزی کا اعتراف واحساس کرتا رہے اور اس احساس کے ساتھ اپنے رب کے حقوق ادا کرتا رہے۔ پھر اگر نفسانی تقاضے خدانخواستہ کسی گناہ میں مبتلا کردیں، انسان گناہ کے تقاضوں کا مقابلہ کرنے سے عاجز وضعیف رہ جائے تو مایوس نہ ہوجائے، انسانی کمزوری کے پیش نظر انسان کے خدا نے اپنی شان رحیمی سے توبہ کا دروازہ ہر وقت وا کررکھا ہے، انسان بارگاہ الٰہی میں توبہ کرکے اللہ کی عنایتوں اور رحمتوں کا حقدار بن سکتا ہے۔

●●

دعوت

١٩ر جنوری ٢٠٠٩ء

وار آن ٹیرر کی حکمت عملی

برطانوی وزیر خارجہ ڈیوڈ ملی بینڈ کا کہنا ہے کہ دہشت گردی کے خاتمے کے لئے جو عالمی مہم ”وار آن ٹیرر“ کے نام سے شروع کی گئی تھی اور جو مختلف شکلوں میں ہنوز جاری ہے، ایک غلطی تھی۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کے فائدے کم ہوئے اور نقصانات بے پناہ ہیں۔ واضح رہے کہ گیارہ ستمبر ٢٠٠١ء کو امریکہ پر جو حملے ہوئے تھے اس کے بعد مغرب نے ”دہشت گردی“ کے نام سے ایک نئے خطرے کا جو تخیل پیش کیا تھا اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے جو حکمت عملی ترتیب دی تھی اس پر عمل درآمد کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کا روح رواں تو امریکہ ہے تاہم اس مہم میں برطانیہ اس کے نشانہ بشانہ نظر آتا ہے۔ ڈیوڈ ملی بینڈ نے ان خیالات کا اظہار اپنے ایک تازہ مضمون میں کیا ہے جو برطانیہ کے معروف اخبار دی گارجین میں شائع ہوا ہے۔ یہاں یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ ڈیوڈ ملی بینڈ کا یہ مضمون رخصت ہونے والے امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کے عالمی منظر نامے سے رخصت ہوجانے کے ٹھیک پانچ دن قبل شائع ہوا ہے۔ انہوں نے خبردار کیا ہے کہ اس مہم جوئی کے جو نتائج اب تک برآمد ہو چکے ہیں اور اس نے اپنے جو اثرات پھیلا دیئے ہیں ان پر قابو پانا بجائے خود ایک بڑا چیلنج ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ صیاد اور شکار کا کھیل ہے جس میں صیاد خود ہی آ پھنسا ہے۔ صیاد اپنی چال نہیں چل رہا ہے بلکہ وہ شکار کی حرکت پر رقص کر رہا ہے۔ اس کی اپنی حکمت عملی کوئی نہیں ہے بلکہ شکار یہ طے کر رہا ہے کہ صیاد کو کیا کرنا چاہئے۔ انہوں نے یہ تو نہیں بتایا کہ اس حکمت عملی کے کیا کیا نقصانات مرتب ہوئے ہیں بلکہ اس کا ایک بڑا معنی خیز جواب دیا ہے کہ اس کا فیصلہ مورخ کرے گا کہ ”وار آن ٹیرر“ کا جو تخیل پیش کیا گیا تھا وہ کتنا سودمند ثابت ہوا اور عالم انسانیت کو اس کی وجہ سے کتنا نقصان برداشت کرنا پڑا۔

رخصت ہونے والے امریکی صدر جارج بش نے ”وار آن ٹیرر“ کا جو تخیل پیش کیا تھا وہ پوری دنیا میں اب تک زیر بحث ہے۔ اس کی مخالفت بھی ہوئی لیکن یہ تخیل ایسے وقت میں اور ایسے ماحول میں پیش کیا گیا تھا جب اس کی پرزور مخالفت کے لئے بہت کم گنجائش تھی، کیونکہ ایک بڑا واقعہ پیش آ چکا تھا جس نے پوری دنیا کو حیرت زدہ بھی کر دیا تھا اور حواس باختہ بھی۔ لہٰذا اس وقت ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ کچھ سوچنے اور لائحہ عمل تیار کرنے کا موقع ہی نہیں تھا۔ لیکن جیسے جیسے اس تخیل کی پرتیں کھلتی گئیں اور صورت واضح ہوتی گئی، لوگوں کے کان کھڑے ہونے لگے اور خود یورپ میں ”وار آن ٹیرر“ پر مختلف سوالات اٹھائے جانے لگے اور اس کی کامیابی پر شک وشبہ کا اظہار کیا جانے لگا۔ یہاں تک کہ برطانیہ بھی ایک مرحلے میں اس سے الگ ہوگیا۔ حالانکہ وہ امریکہ کا پشتیبان بنا ہوا تھا اور ہر مرحلے میں اس کا پرجوش حامی تھا مگر ٢٠٠٦ء آتے آتے اس پر بھی ”وارن آن ٹیرر“ کا سود وزیاں واضح ہوگیا۔ لہٰذا ٢٠٠٦ء میں اس نے اس اصطلاح میں بات کرنا بند کر دیا۔ اب ایک برطانوی وزیر کی طرف سے اس کا برملا اظہار کر دیا گیا کہ ”وار آن ٹیرر“ ایک بھاری غلطی اور بڑی بھول تھی۔ اس نے دنیا کو دیا کچھ بھی نہیں البتہ زیاں بہت کچھ کیا۔ یہاں تک کہ خود امریکہ اور یورپ کو اس سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ البتہ نقصان بے پناہ ہوا، ”دہشت گردی“ کا خاتمہ تو کیا ہوتا، ان کے اثرات پوری دنیا میں پھیل گئے امریکہ جیسے جیسے دہشت گرد گروپوں کی نشاندہی کرتا گیا اور ان کو غیر قانونی قرار دے کر اور ان کے خلاف قسم ہا قسم کی پابندیاں عائد کر کے ان کے خاتمے کی کوشش کی ویسے ویسے یہ رجحان پنپتا اور پھیلتا چلا گیا اور نئے نئے گروپ جنم لیتے چلے گئے۔ اس کو طاقت کے زور سے جتنا دبانے کی کوشش کی گئی اتنا ہی اس نے سر اٹھایا اور نئی نئی صورتوں میں ظاہر ہونے لگی۔ دوسرے لفظوں میں وار آن ٹیرر کی حکمت عملی کارگر ثابت نہیں ہوسکی۔

امریکہ میں حکومت کی تبدیلی سے پالیسی میں تبدیلی ضروری نہیں

نو منتخب صدر جس طرح یکے بعد دیگرے اپنے وعدوں سے انحراف کر رہے ہیں شاید ہی نئی امریکی حکومت سے مسلمان اور مسلم ممالک کی توقعات پوری ہوں

امریکہ کے نو منتخب صدر بارک اوبامہ نے اپنی انتخابی مہم کے دوران جن وعدوں پر سب سے زیادہ زور دیا تھا ان میں ایک کا تعلق عراق پالیسی میں تبدیلی اور وہاں سے امریکی افواج کی واپسی سے ہے جب کہ ان کا دوسرا اہم وعدہ خلیج گوانٹانامو کی اس بدنام جیل کو بند کرنا تھا جو انسانی حقوق کے معاملہ میں امریکہ کی پیشانی پر ایک بدنما داغ بنی ہوئی تھی جس سے امریکہ کی کافی بدنامی ہوئی اور پوری دنیا سے خصوصاً انسانی حقوق کی تنظیموں کی طرف سے سخت تنقیدیں کی گئیں اور اسے بند کرنے کا پرزور مطالبہ کیا گیا تھا۔ موجودہ صدر بش نے ان دونوں معاملوں میں اپنی پالیسی میں ترمیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور وہ اب بھی اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہیں البتہ نو منتخب صدر نے اپنی انتخابی مہم کے دوران عراق اور خلیج گوانٹانامو کے قید خانے کو اپنی ترجیحات میں شامل کر کے مذکورہ وعدے کئے تھے۔ اب جب کہ ان وعدوں کی تکمیل کا وقت آ رہا ہے اور ٢٠ر جنوری کو ان کی حلف برداری ہونے والی ہے جس کے بعد وہ باقاعدہ امریکہ کے صدر بن جائیں گے تو وہ کسی نہ کسی بہانے اپنے وعدوں کی تکمیل سے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔

امریکہ کے نو منتخب صدر نے عراق کے بارے میں پچھلے دنوں ہی کہہ دیا تھا کہ وہ اپنی طرف سے مقرر کردہ ٹائم ٹیبل کے مطابق افواج کی واپسی کو یقینی نہیں بنا سکتے۔ اب تو وہ مکمل انخلاء سے بھی کترا رہے ہیں اور صدر بش کی طرح تاویل کر کے کچھ نہ کچھ افواج کے قیام کا جواز بتا رہے ہیں۔ خلیج گوانٹانامو کے قید خانہ کے بارے میں بھی انہوں نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ عہدہ صدارت سنبھالنے کے ١٠٠ دن کے اندر بدنام جیل کو بند کرنے کی امید کم ہے۔ اے بی سی نیوز کے ایک پروگرام میں ان کا کہنا تھا کہ مجھے لگتا ہے کہ اس میں کچھ وقت لگے۔ ہم نے جیسا سوچا تھا یہ اس سے زیادہ مشکل ہے۔ بہرحال ہمارے قانونی ماہرین قومی سیکورٹی مشیروں سے اس سلسلہ میں بات چیت کر رہے ہیں اور ان سے مدد طلب کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ اس جیل میں فی الحال تقریباً ٢٥٠ غیر ملکی نظر بند ہیں ان میں سے بیشتر افغانستان کے ہیں۔ پتہ نہیں مسٹر اوبامہ اس وعدہ پر بھی قائم رہتے ہیں کہ نہیں کہ ان کی انتظامیہ ان قیدیوں کو اذیت نہیں دے گی۔ جس کے لئے بش انتظامیہ کافی بدنام ہے۔

جیسے جیسے حلف برداری کا وقت قریب آ رہا ہے مسٹر اوبامہ کے طرز عمل اور اب تک کے فیصلوں کو دیکھتے ہوئے یہی لگ رہا ہے کہ اہم پالیسیوں میں ان کے اور ان کے پیش رو کے درمیان شاید ہی کوئی فرق ہو۔ جس طرح صدر بش اپنے پورے دور صدارت میں یہودی لابی سے گھرے رہے اور ان کی منشاء کے مطابق خارجہ پالیسی خصوصاً اسرائیل اور مسلم ممالک کے بارے میں فیصلے کرتے رہے۔ باخبر حلقوں کا کہنا ہے کہ مسٹر اوبامہ نے اپنی جو انتظامیہ تشکیل دی ہے اس پر بھی یہودی لابی کا ہی دبدبہ ہے۔ غزہ میں اسرائیلی جارحیت پر ان کی معنی خیز خاموشی سے بھی یہی ظاہر ہو رہا ہے۔ ویسے امریکہ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہاں صدر خواہ ریپبلکن پارٹی کا بنے جس سے موجودہ صدر بش کا تعلق ہے یا ڈیموکریٹک پارٹی کا جس سے مسٹر اوبامہ تعلق رکھتے ہیں ملک کی اہم پالیسیوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ شاید اسی لئے سابقہ انتظامیہ کے تمام چہروں کو نہیں بدلا جاتا۔ مسٹر اوبامہ نے بھی بش انتظامیہ کے کئی چہروں کو نہیں تبدیل کیا ہے۔ عراق اور خلیج گوانٹانامو کے قید خانہ کے بارے میں وعدہ سے انحراف اور غزہ میں اسرائیلی درندگی پر مکمل خاموشی سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نو منتخب صدر کی پالیسی وپروگرام کیسے ہوں گے اور وہ یہودی لابی کے حصار میں کس طرح کام کریں گے۔

مسٹر اوبامہ نے اپنی انتخابی مہم کے دوران جو اہم وعدے کئے تھے اور دنیا کی نظروں میں امریکی امیج کو بدلنے کا جو اعلان کیا تھا صدر منتخب ہونے کے بعد اقتدار سنبھالنے سے پہلے اب تک انہوں نے جو کیا ہے یا کہا ہے اس سے کسی انقلابی تبدیلی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ مشرق وسطی، ایران اور مسلم ممالک کے سلسلے میں امریکہ کی پالیسی میں شاید ہی کوئی تبدیلی آئے۔ کیونکہ کسی نہ کسی بہانے یا تاویل کے ذریعہ وہ یکے بعد دیگرے اپنے تمام وعدوں اور اعلانات سے انحراف کر رہے ہیں۔ جو مسلم ممالک ان سے یا ان کی سربراہی والی نئی امریکی حکومت سے جو توقعات وابستہ کئے ہوئے ہیں، شاید انہیں مایوسی ہو۔ اب تک ان کے ٹیم کی کسی عہدیدار کی طرف سے غزہ میں اسرائیلی جارحیت اور وحشیانہ کارروائی کے خلاف کوئی بیان نہیں آیا ہے جب کہ ان کی نامزد وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن نے عہدہ سنبھالنے سے پہلے ہی یہ بیان دے دیا کہ ایران کا جوہری پروگرام امریکہ کے لئے کبھی بھی قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ یہ اور اس طرح کی کئی باتیں ہیں جن سے امریکہ میں کسی انقلابی تبدیلی، اسلام، مسلمانوں اور مسلم ممالک کے طرز عمل میں تبدیلی کی امیدیں موہوم ہوتی جارہی ہیں۔

●●

سی بی آئی کو بھی دہلی پولیس کے اسپیشل سیل سے خطرہ

نئی دہلی۔ یہ بات کچھ عجیب سی لگے اور شاید ہی کسی کو اس پر یقین ہو کہ دہشت گردی کے خلاف بنائے گئے دہلی پولیس کے اسپیشل سیل سے سی بی آئی بھی خوفزدہ ہے پھر عام لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ ١٥ر جنوری کے میل ٹوڈے اور ٹائمز آف انڈیا کی رپورٹ کے مطابق سی بی آئی کے انسپکٹر سنتوش کمار نے دہلی کی تیس ہزاری کورٹ کے ایڈیشنل سیشن جج ایس کے گوتم کی عدالت میں عرضی داخل کر کے یہ درخواست کی ہے کہ انہیں اسپیشل سیل کے سب انسپکٹر ونے تیاگی سے دھمکیاں مل رہی ہیں اس لئے انہیں تحفظ فراہم کیا جائے۔

دراصل معاملہ کی جڑ دہشت گردی کے الزام میں گرفتار بے قصور معارف قمر اور ارشاد علی کی رہائی اور قصوروار پولیس اہلکاروں کے خلاف کارروائی ہے۔ مذکورہ دونوں افراد کے خلاف اسپیشل سیل نے فروری ٢٠٠٦ء میں دہشت گردی کا مقدمہ درج کر کے انہیں سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیا تھا۔ اس معاملہ کی تحقیقاتی ٹیم کے افسر مسٹر ونے تیاگی تھے جنہیں گزشتہ سال بہادری کے لئے صدارتی میڈل دیا گیا تھا۔ ان کی ٹیم میں رویندر تیاگی اور سبھاش وتس بھی تھے۔ یہ رویندر تیاگی وہی ہیں جن کی قیادت میں اسپیشل سیل کی ٹیم نے ١٩ر ستمبر کو بٹلہ ہاؤس میں انکاؤنٹر کیا تھا۔ جسے مقامی لوگ فرضی بتاتے ہیں۔ اسپیشل سیل کے ذریعہ البدر کے دہشت گرد بتائے گئے معارف قمر اور ارشاد علی کے گھر والوں نے جب اس معاملہ میں دہلی ہائی کورٹ سے رجوع کیا تو ہائی کورٹ نے معاملہ کی انکوائری سی بی آئی کو سونپ دی۔

سی بی آئی نے معاملہ کی تحقیقات کر کے ١١ر نومبر ٢٠٠٨ء کو جو رپورٹ تیس ہزاری کورٹ میں داخل کی اس میں مذکورہ دونوں افراد کی گرفتاری کے تعلق سے پولیس کی پوری کہانی کو فرضی قرار دے دیا۔ سی بی آئی نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ پولیس نے ان کی گرفتاری فروری ٢٠٠٦ء میں دکھائی ہے جب کہ انہیں دسمبر ٢٠٠٥ء ہی میں گرفتار کیا گیا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ پولیس نے انہیں البدر کا دہشت گرد بتایا تھا جب کہ سی بی آئی نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ وہ دونوں پولیس کے لئے انفارمر کا کام کرتے تھے اور کسی معاملہ پر تنازعہ ہونے کی وجہ سے پولیس نے انہیں دہشت گردی کے الزام میں پھنسا دیا۔ ایجنسی نے اپنی تحقیقات میں یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ دونوں بے قصور ہیں لہٰذا سی بی آئی نے کورٹ میں داخل اپنی تحقیقاتی رپورٹ میں نہ صرف ان کی رہائی کی سفارش کردی بلکہ اس معاملہ سے جڑے اسپیشل سیل کے سب سے انسپکٹر ونے تیاگی، رویندر تیاگی اور سبھاش وتس کے خلاف ثبوتوں کے ساتھ کھلواڑ کر کے مذکورہ دونوں افراد کو البدر کا دہشت گرد بتانے کے لئے مجرمانہ سازش کا مقدمہ چلانے کی اجازت مانگی۔ سی بی آئی نے اپنی رپورٹ میں یہ بھی کہا تھا کہ اسپیشل سیل کے چار اور افسران کے خلاف ابھی اس کی انکوائری جاری ہے۔ جن میں سے دو انسپکٹر سنجے دت اور سب انسپکٹر راہل کمار سنگھ بھی بٹلہ ہاؤس مبینہ انکاؤنٹر کی ٹیم میں شامل تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ بٹلہ ہاؤس مبینہ انکاؤنٹر کے دوران مارے گئے موہن چند شرما بھی ابتدا میں معارف قمر اور ارشاد علی کے معاملہ سے جڑے ہوئے تھے۔

سی بی آئی اور اسپیشل سیل کی لڑائی میں معارف قمر اور ارشاد علی کی رہائی ابھی تک نہیں ہوسکی۔ ١٣ر جنوری کو سی بی آئی کے انسپکٹر سنتوش کمار جب کورٹ میں پیش ہوئے تو انہوں نے یہ تو کہہ دیا کہ ایجنسی کو دونوں ملزمان کی باعزت رہائی پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ معاملہ اٹھا کر سبھی کو حیرت زدہ کر دیا کہ اس سے پہلے ١٥ر دسمبر کو پیشی کے دوران سب انسپکٹر ونے تیاگی نے انہیں دھمکی دی کہ وہ ان کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں ورنہ اس کا انجام برا ہوگا۔ انہوں نے یہاں تک دھمکی دے دی کہ ماضی میں انہوں نے سی بی آئی کی ایسی بہت سی تحقیقات کا سامنا کیا ہے اور کبھی ہار نہیں مانی ہے۔ ایجنسی کے انسپکٹر نے عدالت میں یہاں تک کہہ دیا کہ جب ایجنسی کو اسپیشل سیل کی طرف سے دھمکیاں مل رہی ہیں تو عام لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ اس فریاد کو سن کر جج صاحب بھی حیرت زدہ ہو گئے اور انہوں نے فوراً ہی اسپیشل سیل کو ہدایت دی کہ وہ ١٩ر جنوری کو اپنا جواب داخل کرے۔ بہرحال چکی کے دو پاٹوں میں دو بے قصور معارف قمر اور ارشاد علی پس رہے ہیں اور ان کی رہائی کا معاملہ طول پکڑتا جا رہا ہے، تحقیقات میں بے قصور ثابت ہونے کے باوجود ڈھائی ماہ کے اندر بھی رہائی ممکن نہیں ہوسکی۔ رہائی کے نام پر صرف مقدمے کی تاریخ مل رہی ہے۔

●●

فلسطین میں اوسلو معاہدہ سے ہولوکاسٹ تک

غزہ۔ ١٣ر ستمبر ١٩٩٣ء کو واشنگٹن میں وہ منظر قابل دید تھا جب کئی عشروں سے دو متحارب قومیں ایک گوریلا جنگ کا معمار اور فلسطینی مزاحمت کی علامت یاسر عرفات اور قابض ملک اسرائیل کے جرنیل وزیر اعظم اسحاق رابن قدم سے قدم ملا کر وہائٹ ہاؤس کے لان میں پہلی مرتبہ ہزاروں افراد کے سامنے آئے۔ جہاں انہیں اوسلو امن معاہدہ نامی دستاویز پر مہر تصدیق ثبت کرنی تھی۔ اس سے قبل یاسر عرفات کا امریکہ میں داخلہ ممنوع تھا۔

اوسلو امن معاہدے کو اسرائیل فلسطین کے ٤٥ سال پرانے تنازع کا تاریخی موڑ قرار دیا جاتا ہے جسے یاسر عرفات اور اسحاق رابن دونوں نے امید کی کرن کے طور پر پیش کیا تاہم ناقدین کا کہنا تھا کہ یاسر عرفات اوسلو امن معاہدے کی بساط پر بہت کچھ ہار کر اٹھے تھے۔ اوسلو امن دستاویز یاسر عرفات کی قیادت میں فلسطین کی جلاوطن قومی کونسل اور اسرائیل کے درمیان ناروے کی مدد سے ١٩٨٨ء میں شروع ہونے والے مذاکرات کا نتیجہ تھا جو ٦ برس جاری رہا۔

اس کے بدلے میں اوسلو امن معاہدے میں فلسطینی ریاست کے غیر واضح خدوخال طے کئے گئے جس کے پہلے مرحلے میں فلسطینیوں کی جانب سے تشدد ترک کئے جانے کی شرط پر ١٩٦٧ء کی جنگ میں قبضہ کئے جانے والے علاقوں سے اسرائیلی فوج کا انخلاء، ان علاقوں کا نظم ونسق چلانے کے لئے فلسطینی انتظامیہ کا قیام اور مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں یہودی بستیوں کی تعمیر پر پابندی پر اتفاق ہوا۔

پانچ برس کی اعتماد سازی کے بعد دوسرے مرحلے میں فلسطینی ریاست کے ان انتظامات کے پانچ برس بعد فلسطینی ریاست کے حتمی سیاسی مستقبل پر مذاکرات اور فلسطینی ریاست کی حتمی سرحدوں کا تعین اور تیسرے مرحلے پر یروشلم کی حیثیت اور جلاوطن کئے جانے والے فلسطینیوں کی گھروں کو واپسی کے حق پر گفت وشنید ہونا طے پایا۔ اوسلو معاہدے سے وابستہ امیدیں خواب وخیال ثابت ہوئیں۔ الفتح کے سیاسی دھڑے کے سوا اکثر فلسطینی مزاحمت کاروں خصوصاً سب سے بڑی اور منظم تنظیم حماس نے اوسلو معاہدہ یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ یہ فلسطینیوں کی منزل نہیں۔ سب سے زیادہ مایوس وہ لاکھوں فلسطینی ہوئے جو اپنے آباؤ اجداد کے گھروں کو واپس لوٹنے کی آس میں جی رہے تھے۔

دوسری جانب اسرائیلی وزیر اعظم اسحاق رابن بھی انتہا پسند یہودیوں کی تنقید سے نہ بچ سکے اور ایک جنونی یہودی کی گولیوں کا نشانہ بن کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ایک طرف حماس کے خودکش حملے جاری رہے تو دوسری جانب یہودی بستیاں تعمیر ہوتی رہیں۔ فلسطینیوں میں عسکریت پسندی پنپتی رہی جس کا واضح مطلب تھا، اسرائیل کے لئے عدم سلامتی اور اس کا منطقی انجام یہ ہوا کہ امن مذاکرات ناکام ہوتے رہے۔ اسرائیلی ہر برس ١٤ر مئی کو دھوم دھام سے اپنے قیام کی سالگرہ اور فلسطینی اس تاریخ کو یوم نکبہ یعنی تباہی کے دن کے طور پر مناتے رہے۔ ٢٠٠٠ء میں سابق امریکی صدر کلنٹن کے زیر سایہ کیمپ ڈیوڈ مذاکرات کی ناکامی اوسلو معاہدے کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی۔ یاسر عرفات نے واپس رملہ پہنچ کر ایک بار پھر مزاحمتی تحریک کے دوسرے انتفادہ کا اعلان کر دیا جو اس امر کا مظہر تھا کہ ترک تشدد کی پالیسی فلسطینیوں کے لئے بارآور ثابت نہیں ہوئی۔ اوسلو معاہدے کے پورے دس برس بعد ٢٠٠٣ء میں امریکہ، یوروپی یونین اور روس کا حمایت یافتہ ایک اور امن منصوبہ روڈ میپ یعنی نقشہ راہ کی صورت میں سامنے لایا گیا۔ نقشہ راہ میں ایک بار پھر اوسلو معاہدے والی ناکام حکمت عملی دوہرائی گئی۔ بظاہر امن کی دستاویز میں نہ تو فلسطینی ریاست کا واضح نقشہ سامنے رکھا گیا نہ اس کی سرحدوں کا تعین۔ نقشۂ راہ فلسطینیوں کے لئے ایک کاغذ کے ٹکڑے سے زیادہ ثابت نہ ہوسکا۔ الفتح میں قیادت کے فقدان کے باعث اعتدال پسندوں کا کنٹرول رفتہ رفتہ کم اور مغربی طاقتوں کی کوشش کے باوجود حماس کا کنٹرول مستحکم ہوتا رہا۔

٢٠٠٥ء میں نقشۂ راہ کی ایک شق پر یکطرفہ عمل کرتے ہوئے اسرائیل غزہ سے نکل گیا لیکن الفتح اور حماس کے نظریات میں اختلافات اس حد تک بڑھ چکے تھے کہ اسرائیل کے غزہ سے انخلاء کے بعد اقتدار کی رسہ کشی میں دونوں فلسطینی گروپ ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہوگئے۔ حماس صرف کسی عسکریت پسند تنظیم کا نام ہی نہیں بلکہ اس فکر کا نام ہے جس کی نمائندگی فلسطینیوں کی زندگی کی ہر سطح یعنی یونیورسٹی کے پروفیسر سے لے کر ٹیکسی ڈرائیور تک کی سوچ میں پائی جاتی ہے۔

”کانفرنس میں وزیراعظم نہیں بنائے جاتے“

گزشتہ دنوں ملک کے بڑے صنعت کاروں کی طرف سے گجرات کے وزیر اعلیٰ نریندر مودی کی شان میں جو قصیدے پڑھے گئے یہاں تک کہ انہیں وزیر اعظم کے عہدے کے لئے مناسب ترین شخص قرار دے دیا گیا، اس پر بھارتیہ جنتا پارٹی کے اندر بھی یہ بحث شروع ہوگئی ہے کہ آئندہ کا وزیر اعظم کون ہونا چاہئے۔ لال کرشن آڈوانی یا نریندر مودی۔ واضح رہے کہ جن بڑے صنعت کاروں نے نریندر مودی کی تعریف کے پل باندھے ہیں اور انہیں بہترین لیڈر قرار دیا ہے ان میں امبانی گروپ کے چیئرمین انل امبانی، بھارتی گروپ کے سنیل متل، ٹاٹا موٹرز کے رتن ٹاٹا، ریلائنس انڈسٹریز کے مکیش امبانی، آئی سی آئی سی آئی کے چیئرمین کے وی کامتھ شامل ہیں۔ انہوں نے ١٣ر جنوری کو منعقدہ گلوبل انوسٹرز کانفرنس میں ان خیالات کا اظہار کیا، اس نے بی جے پی کے اندر لال کرشن آڈوانی کے حامیوں میں سراسیمگی کی کیفیت پیدا کردی ہے جس کا غماز پارٹی کے ترجمان راجیو پرتاپ روڈی کا وہ وضاحتی بیان ہے جس میں انہوں نے مذکورہ سرمایہ کاروں کے ریمارکس پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ وزیر اعظم سرمایہ کاروں کی کانفرنس میں نہیں بنائے جاتے۔ یہ وضاحتی بیان خود اس بات کی چغلی کھا رہا ہے کہ پارٹی کے اندر اس سلسلے میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئی ہیں اور لال کرشن آڈوانی کی حیثیت کو اگر چیلنج نہیں کیا جارہا ہے تب بھی سوالات ضرور اٹھائے جارہے ہیں اور میڈیا میں تو اس پر بحث کا آغاز ہو ہی گیا ہے۔ بعض اخبارات میں دونوں لیڈروں کا موازنہ کیا جانے لگا ہے اور دونوں کے کارنامے بیان کئے جانے لگے ہیں اور اس سوال کا جواب تلاش کیا جارہا ہے کہ ان میں سے بہتر کون ثابت ہوگا اور کس کو ابھارا جانا چاہئے۔

بتایا جاتا ہے کہ بعض لوگوں نے لال کرشن آڈوانی سے بھی رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی تاکہ ان کا اس سلسلے میں خیال معلوم کیا جائے۔ دوسری طرف نریندر مودی نے اس پر معنی خیز خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ یہ بات تو اب چھپی ہوئی نہیں رہ گئی ہے کہ بی جے پی کے اندر اس سوال پر کہ وزارت عظمیٰ کے لئے پارٹی کا امیدوار کون ہونا چاہئے۔ دو رائیں یا دو سے زیادہ رائیں پائی جاتی ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ کمان ایسے آدمی کے ہاتھوں میں دی جانی چاہئے جو آر ایس ایس کا وفادار ہو۔ اس کے نظریات کا مکمل حامی ہو اور یہ حلقہ لال کرشن آڈوانی کو اس معیار پر کھرا اترتا نہیں دیکھتا، بتایا جاتا ہے کہ پارٹی کے موجودہ سربراہ راج ناتھ سنگھ اس میں پیش پیش ہیں۔ جب کہ دوسرا طبقہ لال کرشن آڈوانی کو ہی پارٹی کی طرف سے وزارت عظمیٰ کے لئے امیدوار بنانے کا طرفدار ہے۔ کہا جارہا ہے کہ یہ جھگڑا اتنا بڑھا کہ آر ایس ایس کو مداخلت کرنی پڑی اور اس نے اپنا وزن آڈوانی کے پلڑے میں ڈال کر گویا اپنے تئیں اس گتھی کو سلجھا دیا تھا مگر ایسا لگتا ہے کہ ایک بڑے اور موثر گروہ کو یہ تصفیہ قبول نہیں ہے۔ اب صنعت کاروں کی طرف سے نریندر مودی کے حق میں اپنا وزن ڈال دینے کی وجہ سے یہ جھگڑا ایک بار پھر شروع ہوگیا ہے اور اب پارٹی کے اندر بھی اس پر چہ میگوئیاں شروع ہوگئی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ ان چہ میگوئیاں کو ختم کرنے کے لئے ہی پارٹی کے ترجمان کی طرف سے وضاحتی بیان جاری کیا گیا ہے۔ یہ وضاحتی بیان اس گروپ کو کتنا مطمئن کر سکے گا یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا البتہ یہ بات تو طے ہوگئی ہے کہ اس سوال نے پارٹی کو ایک نئی الجھن میں ڈال دیا ہے۔

●●

فکر معاصر

عالمی دہشت گردی

اسرائیل فلسطینیوں کے خلاف جس انداز کی دہشت گردی اپنا رہا ہے اس کو بھی اسی زمرے میں رکھنا چاہئے جس زمرے میں امریکہ دوسرے دہشت گردوں کو رکھتا ہے اور طرح طرح سے احکام صادر کرتا رہتا ہے، نامزد کرتا رہتا ہے۔ یہ تنظیم دہشت گرد، وہ تنظیم دہشت گرد آخر اسرائیل دہشت گرد کیوں نہیں ہے؟ دہشت گردی کی تاریخ بہت طویل ہے لیکن سچ تو یہ ہے کہ دہشت گردی کا آغاز دنیا کی دو بڑی طاقتوں نے اپنے مفاد کے لئے کیا۔ اگر امریکہ کی سی آئی اے نے امریکی حکومت کے مفاد کے لئے کسی کو قتل کرایا تو اسے دہشت گردی نہیں کہا گیا حالانکہ وہ دہشت گردی تھی۔ اسی طرح روسی حکومت کے مفاد کے لئے کے جی بی نے اگر کسی کو قتل کرایا تو اسے دہشت گردی نہیں کہا گیا ان بڑی طاقتوں نے اپنے اقتدار میں کتنے ہی ملکوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی کتنے ہی انسانوں کو قتل کیا لیکن اسے دہشت گردی نہیں کہا گیا۔ بنیادی بات یہی تھی کہ دنیا کے جن حصوں میں اسلام کی جڑیں مضبوطی سے گڑی ہوئی تھیں ان جڑوں کو اکھاڑنے کے لئے کوششیں کی گئیں اور جب مسلمانوں نے اس پر اپنا ردعمل ظاہر کیا تو انہیں دہشت گرد کہا گیا۔ اسرائیل نے خون خرابہ کرنے کے لئے موساد جیسی تنظیم بنائی لیکن اسے یہ کہہ کر زندہ رکھا گیا کہ اسرائیل اپنے وجود کو بچانا چاہتا ہے اس لئے اس نے ایسا کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جہاں کہیں بھی ایسا ہوا ہے وہ اپنا وجود ہی بچانا ہوتا تھا یا کوئی اپنا حق مانگتا تھا اور اس پر کوئی ردعمل ہوتا تھا۔ افغانستان کی جنگ کے بعد روسیوں کے دانت کھٹے کرنے والے مجاہدین کو جب امریکہ نے ان کا حق نہیں دیا تو وہ ان کے خلاف صف آراء ہوگئے۔ چوں کہ اس سے امریکی مفادات پر ضرب پڑتی تھی اس لئے انہیں دہشت گرد کہا گیا۔ القاعدہ اور طالبان کا نام دے دیا گیا۔ بنیادی بات یہ ہے کہ بڑی طاقتوں کے مفاد میں جو کچھ نہیں تھا وہ دہشت گردی تھی اور مفاد میں اگر کشت وخون ہوتا تھا تو وہ دہشت گردی نہیں تھی۔ ظاہر ہے کہ اس میں سب سے زیادہ مسلمانوں کو ہی دبانے کا کام کیا گیا کیوں کہ خطرہ تو انہی سے تھا۔ القاعدہ اور طالبان کے نام پر اور کشمیر میں ہونے والی خونریزی کے نام پر ہندوستان میں بھی مسلمانوں کے خلاف یہی بات پھیلائی گئی اور انہیں دہشت گرد کہا گیا اور جب مسلمان بدنام ہوگئے تو دوسروں نے بھی اپنا کام دکھانا شروع کردیا کیوں کہ انہیں تو اس بات کا یقین تھا کہ وہ خواہ کچھ بھی کریں الزام تو مسلمانوں پر ہی لگے گا اس کی ایک خاص مثال مالے گاؤں بم دھماکہ ہے جس میں اب حقیقت کھل کر سامنے آرہی ہے کہ یہ بم دھماکہ کس نے کرایا تھا اور اس کے پیچھے کون کون لوگ تھے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ صحیح طرح سے کسی معاملے کی تحقیق اور تفتیش ہوتی ہی نہیں اگر صحیح طرح سے تفتیش اور تحقیق ہوجائے تو واضح طور پر پتہ چل سکتا ہے کہ اس پردے کے پیچھے کون ہے اور کون اس طرح کی حرکتیں کرتا ہے لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ ایک سوچی سمجھی سازش ہوتی ہے کسی خاص طبقے کو بدنام کرنے کے لئے جہاں کہیں کچھ ہوتا ہے فوراً اسی کا نام لے لیا جاتا ہے اور اسی کو بدنام کیا جاتا ہے اور اس معاملے میں میڈیا بھی منفی کردار ادا کرتا ہے۔

(انوار قوم، کانپور)

کائنات کا باہمی ربط وانتظام توحید کا گواہ ہے

عزیز بلگامی

کائنات کی ہر شے جیسے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ میں خالقِ واحد کی تخلیق ہوں۔ انسانوں کی عقلِ عام اور سائنس بھی یہی جواب دے گی کہ ہر شے اُسی کی خلاقانہ قدرتوں کی مرہونِ منت ہے، اس پر اُسی کے مالکانہ حقوق قائم ہیں اور کوئی مخلوق اپنے آپ میں بااختیار ہرگز نہیں ہے۔ حیرت ہے کہ آج بھی، حضرت انسان بڑے فخر کے ساتھ جسے عصر جدید کہتا ہے، عقل وفہم، منطق و معقولیت کا خود کو علمبردار کہتے نہیں تھکتا، اپنے رب کو پہچانتا نہیں یا نہ پہچاننے کی اداکاری کرتا ہے اور اُسی کی تخلیق کردہ اشیاء یا شخصیات کے آگے بے مہابہ سرِ تسلیم خم کرتا ہے، جنہیں تخلیق کا یارہ تو کیا ہو، یہ خود مخلوق کے زُمرے میں شمار ہوتے ہیں۔

جس زمین پر ہم زندگی بسر کرتے ہیں، چند صدیوں پہلے تک اس کے بارے میں ہمیں یہ تک معلوم نہیں تھا کہ یہ ایک مقام پر ٹھہری ہوئی ہے یا متحرک ہے، گول ہے یا بیضوی۔ ہمیں خبر تک نہیں تھی کہ اس کا رقبہ یا حجم کیا ہے۔ سائنسی اور جغرافیائی علوم کی ترقی نے اس کے گونا گوں رازوں پر پڑے دبیز پردے ہٹادیے ہیں۔ اب ہم تمام تر شواہد کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ زمین بسیط کائنات کے کسی نامعلوم گوشے میں سورج کے گرد ایک گیند کی مانند گردش کررہی ہے جس کا دو تہائی سے زیادہ حصہ پانی سے ڈھکا ہوا ہے اور صرف ایک تہائی حصہ پر ہی خشکی ہے، جس پر انسانوں کے علاوہ کئی انواع واقسام کے جاندار مخلوقات کا بسیرا ہے۔

زمانۂ قدیم سے ساحلوں پر آباد انسان جانتے تھے کہ سمندر کا پانی نمک آلود یا کھارا ہوتا ہے۔ اسی میں ندیوں اور دریاؤں کا میٹھا پانی جن سے ہم اپنی پیاس بجھاتے ہیں، آگرتا ہے۔ ان دونوں ہی قسم کے پانیوں سے رب تعالیٰ اپنی مخلوق کو رزق مہیا کرتا ہے۔ بغیر پانی کے انسانی آبادی کا وجود سنگین خطرے کی گرفت میں ہوگا۔ دنیا کے تقریباً تمام قدیم اور مشہور شہر زیادہ تر کسی نہ کسی ندی کے کنارے ہی آباد نظر آتے ہیں۔ رفتہ رفتہ زیرِ زمین پانی کی موجودگی کا انسانوں کو علم ہوا۔ کنوؤں سے پانی کی انسانی ضرورت کسی درجے میں پوری ہونے لگی۔ مشینی دور کے آغاز کے بعد زیرِ زمین شیریں پانی کے ذخائر کی کھوج اور حصول کے طریقوں میں ترقی ہوتی گئی۔ یہ حقیقت سامنے آئی کہ زیرِ زمین پانی (Sub soil water) کی شکل میں کھارے اور شیریں پانی کے زبردست ذخیرے کرۂ ارضی کا حصہ ہیں۔ مگر حیرت انگیز بات یہ کہ دونوں قسم کے آبی ذخائر ایک دوسرے میں تحلیل نہیں ہو پاتے۔ حالانکہ ہمیں ان کے درمیان ایسی کوئی دیوار Barrier دکھائی نہیں دیتی، جبکہ Salanity اور Specific Gravity کی شکل میں یہ نہ دکھائی دینے والی دیوار ان دونوں قسم کے پانیوں کے درمیان حائل رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ساحلِ سمندر پر آباد شہروں کے کنوؤں کا پانی بھی قابلِ استعمال اور شیریں ہوتا ہے، جبکہ سامنے چند ہی گز کے فاصلے پر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کا کھارا پانی موجود ہوتا ہے جو پینے کے قابل نہیں ہوتا۔ اگر کبھی سمندر کا کھارا پانی میٹھے پانی کے اس ذخیرے میں تحلیل ہوجائے تو انسانیت پینے کے پانی سے محروم ہوجائے گی اور زندگی کا وجود باقی نہیں رہے گا۔ مگر رب تعالیٰ کی قدرت دیکھیے، کہ اُس کی یہ دونوں ہی مخلوقات یعنی میٹھا پانی اور کھارا سمندری پانی آپس میں تحلیل ہوئے بغیر انتہائی وفاداری اور شرافت کے ساتھ انسانیت کی خدمت میں مصروف ہیں کہ محسوس بھی نہیں ہونے دیتے۔ سائنس نے یہ دریافت کیا ہے کہ دونوں سمندروں کا پانی ایک دوسرے میں، ایک مخصوص گہرائی کو حاصل کرلینے سے پہلے مل نہیں سکتا اور جب وہ یہ گہرائی حاصل کرلیتا ہے تو انسان کی ضرورتیں تب تک پوری ہوچکی ہوتی ہیں۔ وہ رنگت جو دونوں پانیوں کو الگ کرنے والی ہے وہ صاف دکھائی دیتی ہے۔ مگر دونوں کی Density اور Specific Gravity اور دونوں کی تپش بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ یہ دونوں ہی طاقتور منبع ہائے آب، چاہے زمین پر ہوں یا زیرِ زمیں، اپنے رب کے حکم سے سرتابی نہیں کرسکتے۔ قرآنِ مجید کی پچپنویں سورۃ کی اُنیسویں اور بیسویں آیتوں میں اسی غیر معمولی حقیقت کی طرف اشارہ موجود ہے: ”(رب تعالےٰ نے) دو بحر پہلو بہ پہلو رواں کیے اِن دونوں کے مابین (ایک) آڑ حائل ہے (جس سے آگے) وہ تجاوز نہیں کرسکتے (اور نہ ایک دوسرے میں تحلیل ہوسکتے ہیں)۔“

دنیا کی تیز رفتار ترقی، اُس کی مسلسل کھوج اور علمِ جدید کی مستقل جستجو یعنی کُل ملاکر ان میں انسان کو ایک بے کراں سمندر دکھائی دیتا ہے جب کہ یہ نت نئی سائنسی ایجادات، سمندر تو کیا سمندر کے ایک قطرے کے برابر بھی نہیں ہیں۔ گزشتہ صدی میں کچھ ایسے ملحد بھی منظرِ عام پر آئے جنہوں نے ان ہی چند سائنسی ایجادات کی بنا پر بڑی عجلت میں خدا کے وجود کا انکار کردیا تھا۔ شکر ہے کہ آج وہ حالت باقی نہیں رہی ہے۔ جدید تعلیم یافتہ سائنس داں طبقہ ایک Error Free Nature کی عظمت کو تسلیم کرنے لگا ہے۔ اب اُسے خدا کی بے پناہ عظمتوں کا اعتراف ہے اور اُسے یہ بھی احساس ہوگیا ہے کہ خدا کتنی زبردست قدرتوں والا ہے۔ اس نے ہر طرح کی مخلوق کو کس کمال درجے سے تخلیق فرمایا ہے اور کیسی زبردست جامعیت اور Perfection سے سرفراز کیا ہے۔ کہیں کوئی جھول، کوئی نقص باقی نہیں رکھا۔ اس کا ہر کام انتہائی منصوبہ بند، منضبط اور منظم ہے۔ کسی بھی کام کے لئے اسے کسی کی مدد درکار نہیں۔ کائنات کی بڑی سے بڑی شے کی تخلیق سے پہلے اُسے کسی ماڈل کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اُس کے تخلیقی منصوبے میں کبھی ”آزماؤ اور غلطی ہو تو پھر بناؤ“ یا Trial and Error جیسی کوئی کیفیت نہیں پائی جاتی۔

اب اُسے غور کرنا چاہیے کہ دنیا کی ہر شے ایک دوسرے سے انتہائی مربوط، ہم آہنگ اور ایک دوسرے کی معاون ہے تو کیوں ہے۔ یہاں کا ہر سسٹم ایک دوسرے پر منحصر اور ایک دوسرے کا مددگار ہے تو کیوں ہے۔ دراصل یہی باہمی ربط و ارتباط اِس حقیقت کی نشان دہی کرتا ہے کہ اِس کائنات کا ایک ہی خدا ہونا چاہیے اور فی الواقع ہے، اِس لیے کہ ایک سے زائد خداؤں کی موجودگی میں اِس قدر عظیم ربط وضبط اور Perfection کا وقوع پذیر ہونا ممکن نہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اِن عظیم قدرتوں والے رب کا کوئی پارٹنر بھی نہیں ہوسکتا نہ اس کے جیسا کوئی ہے۔ پھر کوئی دوسرا ایسا نہیں جس نے کسی ایک چیز کی بھی تخلیق کی ہو؟ اپنی پُرنور کتاب کی پینتیسویں سورۃ کی چالیسویں آیت میں تمام انسانیت سے خود رب تعالےٰ دریافت کر رہا ہے: ”آپ (ان مشرکین سے) دریافت کیجیے (کہ) تمہاری نگاہ (خرد) کیا (اس حقیقت کو بھی) دیکھ (بھی) پاتی ہے کہ اللہ کے بجائے جن (نام نہاد) شرکاء سے تم فریادیں کرتے (رہتے) ہو (اُن کی حقیقت کیا ہے؟)، مجھے بتاؤ (تو سہی) کہ زمین میں انہوں نے کون سی (شے) تخلیق کر (دکھائی) ہے یا (یہ کہ) آسمانوں (کی تخلیق میں) ان کی (کسی قسم کی) شراکت داری (بھی) ہے۔“

کائنات کی ہر شے جیسے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ میں خالقِ واحد کی تخلیق ہوں۔ انسانوں کی عقلِ عام اور سائنس بھی یہی جواب دے گی کہ ہر شے اُسی کی خلاقانہ قدرتوں کی مرہونِ منت ہے، اس پر اُسی کے مالکانہ حقوق قائم ہیں اور کوئی مخلوق اپنے آپ میں بااختیار ہرگز نہیں ہے۔ حیرت ہے کہ آج بھی، حضرت انسان بڑے فخر کے ساتھ جسے عصر جدید کہتا ہے، عقل وفہم، منطق ومعقولیت کا خود کو علمبردار کہتے نہیں تھکتا، اپنے رب کو پہچانتا نہیں یا نہ پہچاننے کی اداکاری کرتا ہے اور اُسی کی تخلیق کردہ اشیاء یا شخصیات کے آگے بے مہابہ سرِ تسلیم خم کرتا ہے، جنہیں تخلیق کا یارہ تو کیا ہو، یہ خود مخلوق کے زُمرے میں شمار ہوتے ہیں۔

اپنی کتاب ہدایت کی بچیسویں سورۃ کی تیسری آیت میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے: ”(شرک زدہ اِنسانوں کا حال بھی بڑا عجیب ہے کہ) اللہ کے بجائے، تراش لیتے ہیں اپنے لیے معبود، جبکہ اِن (جیسے خود ساختہ) معبودوں نے کسی شے کی تخلیق کی ہی نہیں، (تخلیق تو کجا) وہ خود ہی تخلیق شدہ ہیں اور (اِن کی محرومیوں کا یہ عالم ہے کہ) خود اپنی ذات (کے سلسلے میں) کسی نفع وضرر کے مالک نہیں اور نہ اپنی موت کے مالک ہیں اور نہ اپنی حیات کے اور نہ دوبارہ جی اُٹھنے پر اُن کی کوئی گرفت ہے۔“

انسانیت کی ترقی روز افزوں ہے۔ نت نئی سائنسی ایجادات کا سلسلہ جاری ہے۔ فطرت کے نہاں خانوں میں موجود قوتوں کی دریافت پر دریافت ہو رہی ہے اور اگلے وقتوں کے مقابلے میں اس کی رفتار کچھ زیادہ ہی ہے۔ پھر حال یہ ہے کہ کسی بھی شے کی دریافت کے لیے اُسے، اپنے رب ہی کی تخلیق کردہ اشیاء کا سہارا لینا پڑتا ہے اور ان ہی کے استعمال سے وہ ترقی کی اگلی منزلیں طے کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ اس حقیقت سے خوب واقف ہے کہ اُس نے کچھ تخلیق نہیں کیا ہے۔ کارِ تخلیق میں اُس کا کوئی حصہ نہیں۔ انسان نے زیادہ سے زیادہ یہ کیا کہ رب تعالےٰ کی تخلیق کردہ چیزوں کی پوشیدہ قوتوں کا تفصیلی تعارف حاصل کرنے کی کوشش کی ہے کہ اُس کی طبعی، نامیاتی، کیمیائی خصوصیات کیا ہیں۔ ان ہی سائنسی خصوصیات کے بل بوتے پر اُس نے اپنی ترقی کی راہیں طے کی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا اشیاء کی خصوصیات کی تخلیق میں اور اِن میں ودیعت کی گئی صلاحیتوں کی تخلیق میں حضرت اِنسان کا کوئی حصہ بھی ہے؟

بائیسویں سورۃ کی تہترویں آیت میں رب تعالیٰ کا یہ چیلنج ہے: ”اے کرۂ ارض کے باشندو! ایک تمثیل پیش کی جاتی ہے، جسے توجہ سے سماعت کرو: اللہ کے بجائے (یہ جو تم) جن جن کو پکارتے رہتے ہو، یہ (سب کے سب) ایک مکھی کو معرضِ وجود میں لانے کے لیے جمع ہوجائیں (تو تم دیکھو گے کہ) وہ ایک مکھی کی بھی تخلیق ہرگز نہیں کر پائیں گے۔ (تخلیق تو دور کی بات ہے) اگر کوئی مکھی ان سے کوئی شے جھپٹ لے جائے تب بھی وہ اُس کی باز یافت نہیں کرسکیں گے۔

الغرض حقیقتِ توحید کی بازیافت کے لیے اِنسان کو بہت دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر اپنے آس پاس کی اشیاء ہی پر جیسے درج بالا آیت کی تمثیل میں نظر آتا ہے، غور کرلے تو اُسے اپنے رب کی معرفت حاصل کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ مثلاً، اگر دوسری بظاہر معمولی شے پانی پر ہی ہم غور کریں تو حقائق کی کئی پرتیں ہمارے سامنے کھل جاتی ہیں۔ پانی انسان کی ایک بنیادی ضرورت ہے۔ یہ ایک وزنی مائع ہے۔ ایک گھڑے میں پانی بھرا ہوا تو اِسے اٹھانے میں بڑی دشواری ہوتی ہے، اس لیے کہ پانی وزن رکھتا ہے۔ ایک ہزار لیٹر پانی کا وزن کم از کم ایک ٹن ہوتا ہے۔ چونکہ سیال ہوتا ہے، اس لیے اِس کا Transportation کافی پیچیدہ بھی ہوتا ہے اور مہنگا بھی۔ اگر پانی سمندر کا ہو تو معاملہ اور بھی پیچیدہ ہوجاتا ہے۔ اِس کو قابلِ استعمال بنانے یا اصلاحا Treatment کے مراحل سے گزارنے کے لیے سرمایۂ کثیر درکار ہوتا ہے۔ بڑی محنت ومشقت کے بعد سمندر کے پانی کی ایک محدود مقدار کے کھارے پن کو دور کرنا غیر تسلی بخش طور پر ممکن ہوسکتا ہے۔ چونکہ سمندر کے نمکین تلخ پانی Saline Water سے ایک تو، پیڑ پودوں کی سیرابی ممکن نہیں اور دوسرے، سمندری پانی کی گرفت میں آنے والی مٹی سبزہ اُگانے کی صلاحیت سے محروم ہوجاتی ہے، کوئی پیڑ پودا اس کی نمکینی کے سبب زمین میں قرار نہیں پکڑتا۔ ابھی چند سال قبل سونامی کے حواس باختہ واقعہ نے ایسی کئی مثالیں زمین کی سطح پر ثبت کی ہیں، جیسے جزائر انڈمان کے زرعی علاقے آج کسی فصل کو جڑ پکڑنے نہیں دے رہی ہیں اور حکومت ہند کی ساری تدبیریں بے نتیجہ ثابت ہورہی ہیں اور یہ سب کچھ محض ایک لہر کا نتیجہ ہے جو صرف ایک بار آئی اور لوٹ گئی۔

اب خدائی نظام ملاحظہ ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ دنیا کے تقریباً 71% حصہ پر سمندر پھیلا ہوا ہے۔ اسی سمندر سے رب تعالیٰ پانی کو بخارات کی شکل میں اوپر کی جانب اٹھنے کا حکم دیتا ہے۔ پھر بخارات کو یہ حکم دیتا ہے کہ پانی کی ساری تلخیاں، ساری کثافتیں اور نمکینیاں اپنے پیچھے چھوڑ کر اٹھیں۔ اب جب بارش کی بوندیں زمین پر برستی ہیں تو دنیا جانتی ہے کہ ہمیں جو پانی میسر آتا ہے وہ کثافت اور آلودگی سے پاک یا Non Polluted ہوتا ہے، جس کا مقابلہ زمین پر موجود کوئی شیریں پانی نہیں کرسکتا۔ سمندر کے پانی کی نمکینی کو ختم کرنے کا یہ ایک ایسا مکمل نظام ہے، جس میں نقص تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتا۔ یہی پانی تلخ اور نمکین خصوصیات سے پاک ہوئے بغیر اگر ہم پر برسنے لگے تو ہمیں اپنی بے بضاعتی اور ہماری عالمِ مجبوری کا احساس ہوجائے گا۔ کیونکہ یہ ہمارے کسی کام کا نہ ہوگا نہ انسانیت اپنی پیاس بجھا پائے گی۔ دراصل دور حاضر کے مادہ پرست انسان کی اس جانب توجہ ہی نہیں کہ کتنی عظیم نعمت سے اُس کے رب نے انسانیت کو نوازا ہے۔ ہمارے سینے اِس قدر خشک ہوگئے ہیں کہ اِن سے شکرگزاری کے جذبات کی ایک لہر بھی نہیں اٹھتی۔ ہمارے مزاج کی نرمی اور اس کی انکساری Humbleness پتہ نہیں کہاں غائب ہوگئی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ ہم جھک جائیں، اپنے آپ کو بچھادیں اپنے رب کریم کے حضور۔

دراصل ہم خود اپنی ہستی سے ناواقف ہیں اسی لیے اپنے رب کو پہچان نہیں پاتے نہ ہم اپنے آپ کو اُس کی فرمانبرداری میں دینے پر آمادہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم مظاہرِ کائنات پر غوروفکر کی طرف راغب نہیں ہوتے۔ ورنہ ہمیں غوروفکر کی عادت ہوتی تو بہ آسانی سمجھ میں آتا کہ کس سلیقے کے ساتھ ایک مکمل نظام کے تحت اُس کی ضرورت کی ہر شے کی مسلسل سپلائی جاری ہے۔ صرف پانی کی سربراہی Continuity میں فرق پڑ جائے تو کیا اس کا ذخیرہ کرنا ہمارے لیے ممکن ہے؟ بارش سے پانی کی سپلائی نہ ہو، تو ندیاں سوکھ جائیں گی اور چھوٹے بڑے Dams بھی خالی ہوجائیں گے۔ کہاں سے ہم پانی کا ذخیرہ کرسکیں گے؟ پانی کے بغیر اپنے سارے چھوٹے بڑے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے! دریاؤں، ندیوں، تالابوں، زیرِ زمین پانی کے بہتے چشموں یا ذخیروں، پہاڑی آبی دھاروں، فلک بوس پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف کے چمکدار تودوں کی موجودگی، پانی کے اُسی Storage System کا حصہ ہے جسے خود رب تعالیٰ نے Develope کیا ہے۔

اس عجیب نظام کا ذکر ہمیں تیئیسویں سورۃ کی اٹھارویں آیت میں واضح طور پر ملتا ہے اور ہمیں یہ اعتراف کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ ہم کس قدر کمزور واقع ہوئے ہیں اور ہمارے رب کی مہربانیوں کا کیا عالم ہے: ”اور آسمان کی بلندیوں سے ہم ایک مخصوص مقدار میں بارش برساتے ہیں اور (پھر تمہاری ضروریات کی تکمیل کے لیے آبی ذخیروں کی شکل میں بھی) زمین میں اسے جائے قرار عطا کرتے ہیں، جب کہ ہم اِس بات پر بھی قادر ہیں کہ (اِن ذخیرہ ہائے آب کو) ہٹادیں یا (بھاپ بنا کر اُڑا دیں)۔“

بعض اوقات ایک فضول سا خیال ہمارے ذہنوں کو چھو کر گزر جاتا ہے کہ اگر سمندر کا پانی کھارا رہنے کے بجائے میٹھا ہوتا تو شاید انسانیت بڑے فائدہ میں رہتی! لیکن تھوڑے سے غوروفکر کے بعد ہماری خام خیالی ہم پر منکشف ہو جاتی ہے کہ دراصل ہم سمندری پانی کے کھارے پن کی خصوصیات اور فوائد سے ناواقف ہونے کے سبب ایسے فضول خیالات کو اپنے ذہنوں میں راہ پانے کا موقع دیتے ہیں۔ سمندر چونکہ زمین پر پانی کا ایک بے پناہ ذخیرہ ہے اور خشکی سے بھی زیادہ رقبے پر پھیلا ہوا ہے، اِس لیے یہ لاتعداد انواع واقسام کے جانداروں کا گھر ہے جہاں ظاہر ہے کہ اِن کی اموات بھی واقع ہوتی رہتی ہیں جس طرح خشکی کے جانور مرتے رہتے ہیں۔ اب اگر سمندر کا پانی میٹھا رہتا ہے تو مرے ہوئے سمندری مخلوقات کے سڑ جانے سے پورے عالم میں ایک تباہ کن تعفن کا پیدا ہونا ناقابلِ قیاس نہیں۔ یہاں تک کہ خشکی پر مرنے والے جانوروں کے تعفن کو دیگر انسانی کثافتوں کے ساتھ آخرکار پانی ہی ختم کرتا ہے جو پہلے تو ندی نالوں کے ذریعہ بہا کر لے جاتا ہے اور بالآخر سمندر کا نمکین پانی اس کی بیماری پھیلانے کی صلاحیتوں کو ختم کردیتا ہے۔ پھر یہی پانی آبی بخارات کی صورت اختیار کرکے ساری کثافتوں کو فلٹر کردیتا ہے اور بادلوں، ہواؤں کے دوش پر اوپر کی جانب اُٹھتا ہے اور انسانوں کو یہ پیغام دے جاتا ہے کہ پاکیزہ وطیب چیزیں ہمیشہ عروج کی سمت ہی حرکت کرتی ہیں۔ پھر اسی طرح جب یہ پاک پانی آسمان سے برسنے لگتا ہے تو اِس احساس سے دل ودماغ ایمان کی خوشبو سے مہکنے لگتے ہیں کہ ہر طیب وپاکیزہ چیز اوپر ہی سے اُترتی ہے جیسے اللہ کا کلام اور اُس کی آیتیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآنِ حکیم میں لفظ ”نازل ہونا“ وحی کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اور پانی کے لیے بھی۔

پھر ہمیں یہ کیا ہوگیا ہے کہ ہم اپنے مزاج کی کثافتوں، اپنے نفس کی آلودگیوں اور اپنی انا، ضد، غصہ اور حسد کی گندگیوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے اپنے کردار ومعاملات کو پاکیزگیوں کی بلندیوں کی طرف نہیں لے جاتے؟

●●

مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کے جنگی عزائم

سلیم یزدانی

اسرائیل جس طرح غزہ میں جنگی جرائم کا ارتکاب کررہا ہے اور امریکی حکومت اس کی حمایت کررہی ہے اس سے انسانی ضمیر کو بڑا نفسیاتی صدمہ پہنچا ہے۔ سلامتی کونسل نے اسرائیل کو بین الاقوامی قوانین کا احترام کرانے اور جنگ بند کرنے کے لئے قرارداد پاس کی ہے لیکن اسرائیل نے اس پر عمل درآمد نہیں کیا ہے اور وہ غزہ میں برابر حملے کررہا ہے۔ انسانی حقوق کی پامالی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے ادارہ کی سربراہ ناوی پلے (Navi Pillay) نے کہا ہے کہ غزہ میں انسانی حقوق کی پامالی اور بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی اس قدر سنگین جرم ہے کہ وہ جنگی جرائم کے زمرے میں آتی ہے اور جو اسرائیلی حکمراں اور فوجی لیڈر اس کے ذمہ دار ہیں ان پر مقدمہ چلایا جانا چاہئے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کا ادارہ جس کے ۴۷ ملک ممبر ہیں غیر جانب دار وشفاف تحقیقات کرے، اسرائیل کے خلاف جنگی جرائم کا مقدمہ بھی قائم کیا جاسکتا ہے۔

غزہ میں ایک رپورٹ کے مطابق ۱۰۰۰ کے قریب فلسطینی عرب شہید ہوچکے ہیں جن میں ۳۰۰ سے زیادہ معصوم بچے ایک سو سے زیادہ خواتین شامل ہیں۔ ۳۳۰۰ فلسطینی زخمی ہیں اور لاکھوں فلسطینی بھوک، پیاس سے تڑپ رہے ہیں اسرائیل نے شہری آبادیوں، اسکولوں اور اسپتالوں تک پر بمباری کی ہے۔ امریکہ اس کی حمایت کررہا ہے صدر بش جونیئر کی انتظامیہ اسرائیل کی حمایت کررہی ہے تاکہ حماس کو ختم کیا جاسکے لیکن کیا وہ حزب اللہ کو ختم کرسکے بلکہ وہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہوگئی۔ سلامتی کونسل نے جنگ بندی کے لئے جو قرارداد پاس کی ہے اس کی رائے شماری میں امریکہ نے ووٹ نہیں دیا۔ سلامتی کونسل کے چار مستقل اور دس غیر مستقل ممبر ملکوں نے قرارداد پاس کی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امریکہ نے اس قرارداد کو ویٹو کیوں نہیں کیا؟ اس کی کئی وجوہ سامنے آرہی ہیں سب سے پہلے تو یہ ہے کہ اس قرارداد کو پاس کرانے کے لئے روس، چین اور فرانس شدومد سے اثر ورسوخ استعمال کررہے تھے۔ اگر امریکہ اس قرارداد کے راستے میں روڑے اٹکاتا تو روس اور چین کو ایک بڑا رول ادا کرنے کا موقع مل جاتا جس سے روس کے اثرات مشرق وسطیٰ میں مستحکم ہونے میں مددگار ثابت ہوتے۔ روس نے اپنی غلطیوں سے سبق سیکھا ہے اور جس طرح امریکہ نے سازش کرکے افغانستان میں اس کی شکست اور تباہی کا سامان کیا تھا اس کے نتائج سے اس نے پیچھا چھڑا لیا ہے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ حیرت انگیز طور پر اس نے اپنی ساکھ اور قوت کو بحال کرلیا ہے۔ سلامتی کونسل نے غزہ میں جنگ بندی کی جو قرارداد پاس کی ہے اس میں بڑا فیکٹر روس اور چین کا دباؤ ہے۔ اس کو مشرق وسطیٰ میں روس کے داخلے کی کامیاب کوشش قرار دیا جاسکتا ہے۔

اسرائیل یہودی ریاست ہے اور ساری دنیا کے ساتھ ساتھ امریکہ کے یہودی اس کی پشت پر ہیں یہودیوں نے ریاست کے حصول سے پہلے بھی اور بعد میں بھی فلسطینی عربوں پر قیامت خیز ظلم کیا ہے اور غزہ میں ان کا یہ حملہ جس کے بارے میں ساری دنیا ان کی مذمت کررہی ہے ان کا ایک مجرمانہ فعل ہے وہ آج فلسطینیوں کی نسل کشی کررہے ہیں لیکن تاریخ یہ بتاتی ہے کہ نہ یہودیوں کی نسل کشی کی کوئی کوشش کامیاب ہوئی اور نہ فلسطینیوں کی تباہی ونسل کشی کی کوشش کامیاب ہوگی اگر انہوں نے اپنی اصلاح نہ کی اور تاریخ سے سبق حاصل نہ کیا تو انہیں کہیں پناہ نہیں ملے گی۔ اسرائیل کے حکمراں، فلسطینیوں پر جو ظلم کررہے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ عرب ملکوں پر اپنی طاقت کی دھاک بٹھائیں تاکہ ان کے خلاف کسی کو کھڑے ہونے کی ہمت نہ ہو۔ وہ بڑی حد تک اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے ہیں۔ عرب ملکوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اسرائیل ناقابل شکست ہے لیکن جب لبنان میں حزب اللہ نے ان کو للکارا تو عربوں کے دلوں سے خود معدوم ہوگیا کہ اسرائیل بالاتر قوت ہے۔ کئی عشروں سے حماس اسرائیل کے وجود اور اس کی عرب مخالف پالیسیوں کے راہ میں رکاوٹ بنتی رہی ہے اس لئے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسرائیل نے پوری قوت سے حملہ کیا ہے تاکہ حماس کو ہمیشہ کے لئے ختم کردیا جائے لیکن وہ پہلے مرحلے میں ناکام ہوگئے ہیں اور عالمی رائے عامہ ان کے خلاف ہوگئی ہے اب پسپا ہونا ان کا مقدر ہے۔ حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ مسلمانوں نے جب وہ مقتدر ہوئے میانہ روی کا راستہ اختیار کیا جب اسپین میں مسلمان حکمران تھے تو یہودیوں کو وہ مقام حاصل تھا کہ اس کی یہودیوں کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ اسپین کے اس دور کو اپنی تاریخ کا سنہری دور کہتے ہیں اسپین میں یہودی کے اقتدار کا یہ عالم تھا کہ یونیورسٹیوں کے منتظم وہ تھے حکمرانوں کے مشیر وطبیب وہ تھے۔ خلافت کے مالی، علمی اور دفاعی امور ان کو میسر تھے اس کے برخلاف انہوں نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیں ۱۰۹۵ء میں جب صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کیا تو عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو بے دریغ قتل کیا بیت المقدس کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں صلیبیوں کے گھوڑے گھٹنوں گھٹنوں خون میں دوڑ رہے تھے۔ ہزاروں یہودیوں کو ان کی عبادت گاہ میں بند کرکے جلایا گیا جب یہ اسپین سے بھاگے تو انہیں مسلمانوں نے پناہ دی۔ نازی جرمنی نے ان کا قتل عام کیا تو مسلمان ان کا سہارا بنے۔ آج بھی ترکی میں یہ بہت سے ترکوں سے اچھی زندگی گزار رہے ہیں۔ یورپ میں آج بھی انہیں اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ امریکہ میں یہ ہر شعبہ زندگی میں امریکی عیسائیوں پر غالب ہیں۔ حکومت کی اصل قوت ان کے ہاتھ میں ہے۔

اسرائیل کے یہودی اپنی روش میں تبدیلی لائیں اپنے ماضی سے سبق سیکھیں وہ عربوں کے ساتھ مل کر تو رہ سکتے ہیں لیکن ظلم کرکے ان کی بقا ناممکن ہوجائے گی۔ انہوں نے بش جونیئر کے رخصت ہونے سے پہلے عبوری دور میں فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے لیکن ان کی یہ غلطی بڑی مہنگی ثابت ہوگی۔ وہ حماس کو ختم نہیں کرسکیں گے۔ دنیا کی ہمدردیاں اب فلسطینیوں کے ساتھ ہیں جو اپنے بچوں کے لاشے اٹھائے نظر آتے ہیں۔ اسرائیل نے غزہ پر حملہ کرکے روس کو مشرق وسطیٰ میں داخل ہونے کا موقع دے دیا ہے جو عرب ملک اسرائیل کے ساتھ بقائے باہمی کے اصول کے تحت زندہ رہنا چاہتے ہیں ان کے حکمرانوں کے لئے خطرات بڑھادیے ہیں اور اسرائیلی کارروائی نے مشرق وسطیٰ میں القاعدہ کو مزید مضبوط بنانے کی راہ دکھادی ہے۔

●●

ممبئی اور غزہ میں یکسانیت بے معنی نہیں ہے

ڈاکٹر نصر فردوسی (جمشید پور)

آج پوری دنیا میں یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی جارہی ہے کہ اسلام دشمن قوتیں کسی نہ کسی بہانے سے مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ ڈھاتی ہیں۔ قارئین بخوبی واقف ہیں کہ ہندوستان میں این ڈی اے حکومت کے دوران لال کرشن آڈوانی بیانات دیتے رہے کہ مدارس اسلامیہ میں مسلم دہشت گردی کی تعلیم وتربیت ہوا کرتی ہے۔ ملک کے کئی مدارس پر چھاپے مارے گئے اور وہاں کے مدرسین اور طلباء دہشت زدہ رہے۔ این ڈی اے حکومت ختم ہونے پر جب یوپی اے کی سرکار بنی تو مسلم ہمدردی میں ہوم منسٹر شیوراج پاٹل، وزیر اعظم منموہن سنگھ کے بیانات آنے لگے کہ مدارس میں دہشت گردی کی تربیت کی بات غلط ہے۔ ارجن سنگھ نے بھی وزیر تعلیمات کی حیثیت سے بہت دانستہ کوشش شروع کی کہ ملک میں قومی یکجہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو مضبوط کیا جائے اور جس کے لئے نصاب کتابوں میں اصلاح کی اسکیم بنی۔ پہلی بار وزرات اقلیتی امور کی تشکیل کی گئی اور اس کے وزیر عبدالرحمٰن انتولے بنائے گئے۔ اور اکثر وبیشتر موصوف کے بیانات آتے رہے کہ اب ہندوستان میں مسلم اقلیت کے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو آزادی ہند کے بعد نہیں ہوسکا تھا۔ ارجن سنگھ نے سلطنت سعودی عربیہ سے تعلقات استوار کئے اور غیر سگالی کا سفر کرنے وہاں تشریف لے گئے اور کروڑہا ریال کے تعاون سے ملک میں فلاح وبہبود کے پروگرام چلائے جانے کا فیصلہ ہوا۔ سعودی عربیہ کے بادشاہ یہاں تشریف بھی لائے اور دونوں ملکوں کے درمیان بہت محبت دیکھی گئی۔ صوبائی حکومتوں نے مسلم اقلیت کے لئے فلاحی کام مرتب کیا، ملازمت میں ریزرویشن کا فیصلہ بھی کیا گیا اور ایسا لگا کہ یوپی اے حکومت واقعی اقلیتوں کے تئیں مخلص اور نیک نیت ہے۔ لیکن گزشتہ قریب پانچ برسوں میں اقلیتوں کے ساتھ بہت جارحانہ سلوک ہوا۔ اڑیسہ اور کرناٹک میں عیسائیوں کا قتل ہوا اور مسلمانوں کو کسی نہ کسی بہانے دہشت گردانہ واقعات میں ملوث کیا گیا۔ عام لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہوئے کہ مسلمان غنڈے ہیں، بدمعاش ہیں، دہشت گرد ہیں اور ان سے بچ کر رہو۔ بم دھماکوں کے کئی بڑے واقعات رونما ہوئے اور سب کے لئے فوراً انہی کو مورد الزام ٹھہرایا گیا۔ الیکٹرونک میڈیا نے خوب خوب کہرام مچایا اور بم دھماکوں کے تمام واقعات کو دکھلایا۔

یوپی اے حکومت یا تو مصلحت کوشی کے ناطے قانونی کارروائی میں خاموش رہی یا اس نے اپنی کمزوری کا ثبوت دیا۔ بیانات تو آتے رہے کہ دہشت گردی کا کوئی مذہب نہیں۔ لیکن یہ کہا جاتا رہا کہ دہشت گردی میں ملوث مسلمان ہی پائے جاتے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہوگیا اور یہ انکشاف ہوا کہ مالیگاؤں بم دھماکے میں ملوث وہ لوگ پائے گئے جن کا نٹ ورک پورے ہندوستان میں پھیلا ہوا ہے اور جو بہت منظم طور پر مسلم دشمنی کے پروگرام چلاتے رہے ہیں۔ ملک میں جابجا وقوع پذیر فسادات کا مطالعہ کیا جائے تو ایسی ہی تنظیموں کے نام سامنے آتے ہیں جو اب دہشت گردی میں پائے گئے۔ اے ٹی ایس چیف ہیمنت کرکرے کی ٹیم نے جب ایسی تنظیموں کا انکشاف کیا تو ملک میں کھل کر بھگوا بریگیڈ نے ہیمنت کرکرے کے خلاف آواز بلند کی۔ حتی کہ انہیں جان سے مارڈالنے کی دھمکیاں دی گئیں۔ کرکرے اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی سے بعض نہیں آئے اور وہی ہوا جیسا انہیں دھمکایا گیا تھا اور ممبئی میں ایسی دہشت گردی کی گئی جسے دیکھ کر ملک کے باشندے خوف زدہ ہوگئے۔

فوراً الیکٹرونک میڈیا راگ الاپنے لگا کہ یہ آتنگی حملہ کراچی سے ہوا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ پاکستانی اڈے کی یہ کارروائی تھی یا نہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پارلیمنٹ میں انتولے کے مشورے پر کہ کرکرے کی موت کی وجہ سی بی آئی کی انکوائری سے معلوم کی جائے۔ اس پر بھگوا بریگیڈ کے لوگوں ہی نے اتنا ہنگامہ کیوں کیا؟ اتنا ہنگامہ کیا کہ یوپی اے سرکار نے اپنے اقلیتی امور کے وزیر کے دفاع میں یہ بتایا کہ غلطی انسان ہی سے ہوتی ہے اور سی بی آئی انکوائری نہیں کرائی جائے گی۔ آخر سی بی آئی انکوائری سے پرہیز کیوں؟ کیا یہ مان لیا جائے کہ سی بی آئی انکوائری کے ذریعے وہ قوتیں سامنے آجائیں گی جنہوں نے ہیمنت کرکرے کو ایماندارانہ کام کرنے سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ کردیا اور ان کی جگہ دوسرے افسران کبھی ہمت نہ کریں۔ ایسی ایمانداری سے کام کرنے کی بہت سی تفصیلات اخبارات میں آتی رہی ہیں، جن سے یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ ممبئی دھماکہ ایک گہری سازش کے نتیجے میں رونما ہوا۔ اور ممبئی دہشت گردی میں جو سفا کی دیکھی گئی وہی سفا کی حالیہ دنوں سے غزہ کی پٹی میں دیکھنے کو مل رہی ہے۔ نہتے فلسطینیوں پر اسرائیلی حملے میں تین سو سے زائد عورتیں، بچے اور مرد ہلاک ہوئے۔ دنیا بھر کے امن پسند لوگ اور خاص طور سے مسلم تنظیمیں غزہ پٹی کی ہولناک کیوں کی سخت مذمت کرتی ہیں۔ لیکن اسرائیل کے حکمرانوں اور امریکہ پر اس کے اثرات نہیں ہورہے ہیں۔ اور یہ بات تو دنیا میں ثابت ہوچکی ہے کہ امریکہ نے دو مسلم ممالک پر جو مظالم ڈھائے وہ تمام چنگیزی حکایات سے زیادہ دردناک ہیں۔

ہندوستان میں جابجا دہشت گردی کے واقعات، ۲۶ر نومبر ۲۰۰۸ء میں ممبئی کے غمناک ۶۰ گھنٹے اور غزہ پٹی میں نہتے فلسطینیوں کو مارڈالنا۔ یہ تمام باتیں دیکھ کر ایسا خیال ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں بھی ایسی قوتیں ہیں جو مسلمانوں کو تباہ وبرباد کرنے کے لئے پروگرام چلاتی ہیں۔ ہندوستان کے مسلمان مسلسل تباہیوں کا شکار ہیں اور یہاں ان کا وجود فسطائی قوتوں کے لئے گویا ناقابل برداشت ہے۔ شاید ایسی ہی فسطائی قوتوں نے گزشتہ دنوں ملک میں جنگی حالات پیدا کئے۔ ایسا لگا کہ اب دو پڑوسی ملکوں کے درمیان جنگ چھڑے گی۔ دونوں ملکوں کے سربراہوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ وہ اس ہندوپاک جنگ میں نیوکلیائی ہتھیار استعمال نہیں کریں گے۔ ۲۶ر نومبر ۲۰۰۸ء کے ممبئی واقعات کے بعد امریکہ کی میڈم رائس، انگلینڈ کے وزیر اعظم براؤن اور انٹرپول کے چیف رونالڈ نوبل دلی اور اسلام آباد کی عجیب وغریب آمدورفت رہی اور ملک کے میڈیا نے اس آمدورفت کے بہانے وہ گل کھلائے جو گولے بارود کی بدبو سنگھاتے رہے۔

آخر میں میں یہ لکھنا چاہوں گا کہ ملک کی امن پسند اور سیکولر قوت کو حرکت میں آنا چاہئے اور ملک کے فسطائی عناصر کو بے نقاب کرکے بتانا چاہئے کہ یہ فسطائی طاقت ملک کی یکجہتی، سالمیت اور سکون کے لئے خطرناک ہے اور اسے قابو میں کیا جانا ضروری ہے۔ ساتھ ساتھ ملک کے معاملات میں غیر ملکیوں کی مداخلت خود ملک کے مفاد کے خلاف ہے۔ امریکہ کی پالیسی برسرعام آچکی ہے اور نہ صرف ہندوستان اور پاکستان بلکہ دنیا کے تمام ممالک کو اس سے نجات پانے کی ترکیبیں سوچنی چاہئیں۔

●●

جھوٹ کی مشین جسے میڈیا کہتے ہیں

جاوید انور، ٹورانٹو

تھامس جیفرسن (پ ۱۷۴۳ء ف ۱۸۲۶ء) امریکا کا سب سے قابل اور دانشور صدر گزرا ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ عمر کے آخری حصے میں اپنے علم کی بنیاد پر اس کا ایمان یہ ہوگیا تھا کہ عیسیٰ خدا کے پیغمبر تھے نہ کہ بیٹے۔ تھامس جیفرسن نے یونیورسٹی آف ورجینیا کی داغ بیل ڈالی اور اس کا قیام عمل میں اس طرح لایا کہ وہ اسے اپنی زندگی کا حاصل سمجھتا تھا۔ اس نے وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد اس کے کتبہ پر اس کے نام کے ساتھ سابق صدر امریکا کا لاحقہ نہ لگایا جائے ''بانی یونیورسٹی آف ورجینا'' جیفرسن چونکہ ایک علمی شخص تھا لہٰذا اس کے بہت سے بیانات اور اقوال تاریخی اہمیت کے حامل ہیں جو دانائی سے بھرپور ہیں۔ اس کا ایک قول ہے کہ ''وہ شخص جس نے کچھ بھی نہیں پڑھا اس شخص سے بہتر ہے جس نے کچھ نہیں پڑھا سوائے اخبار کے'' یعنی صرف اخبار پڑھنے والا اپنے جہل میں اضافہ کرتا ہے نہ کہ علم میں۔ جیفرسن کا زمانہ اخبار کا زمانہ تھا اور ابھی ٹی وی کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ اگر وہ ٹی وی کے زمانے میں ہوتا تو شاید یہ بات کہتا کہ سب سے جاہل وہ لوگ ہیں جو ٹی وی کے ناظرین ہیں۔

گزشتہ دنوں میں نے اخبار میں ایک مسلم ملک کے ایک اہم رہنما کا وہ بیان پڑھا جس میں وہ ان کالم نگاروں سے شکوہ کررہے تھے جو صرف اخبار پڑھ کر کالم لکھتے ہیں تو مجھے جیفرسن کا مندرجہ بالا قول یاد آیا تھا۔ اور آج میڈیا پر جب غزہ اور فلسطین کے حوالے سے اسرائیلی اور مغربی جھوٹ کے دھماکے ہورہے ہیں تو مجھے پھر وہ قول یاد آیا۔ جیفرسن کو اندازہ نہیں ہوگا کہ آئندہ کا ''اخبار'' کتنی ترقی کر جائے گا اور اس سے جھوٹ کے کیسے خطرناک گولے داغنے جائیں گے۔ اور سیاست داں جب جھوٹ بول بول کر تھک جائیں گے تو وہ ایسی مشینیں بنوائیں گے جن سے ساتوں دن اور ۲۴ گھنٹے جھوٹ کی نشریات چلیں گی اور جس کا نام میڈیا رکھا جائے گا۔ جیفرسن اگر امریکا کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا شخص تھا تو آج کے صدر جارج ڈبلیو بش جو چند دنوں میں سابق ہوجائیں گے کو امریکا کے سب سے بڑے جھوٹے صدر ہونے کا ''اعزاز'' حاصل ہوگا۔ اس نے اپنے پورے دور صدارت میں ایک بھی سچ نہیں کہا ہے۔ اس نے نو گیارہ کے واقعہ کے بعد اپنی ایک تقریر میں کہا تھا کہ اب جو کچھ نظر آرہا ہوگا وہ اصل حقیقت نہیں ہوگی اور جو اصل حقیقت ہوگی وہ کبھی معلوم نہ ہوسکے گی یعنی اس نے مستقل جھوٹ بولنے کا باضابطہ عہد کیا تھا۔

جس طرح جھوٹ بولنے اور سچ بولنے والے کی شخصیت مختلف ہوتی ہے یعنی ان دونوں عمل کے اثرات زندگی پر پڑتے ہیں ٹھیک اسی طرح جھوٹ سننے اور سچ سننے کے اثرات بھی پڑتے ہیں۔ کئی برس قبل میں نے ٹی وی کی چند نشریات قیمتاً حاصل کیں یعنی ٹی وی کو باضابطہ گھر میں بٹھایا۔ تاہم صرف ایک ہفتہ ٹی وی دیکھنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ جھوٹ کی ان لہروں سے میری دماغی حالت بگڑ جائے گی۔ اب ایک زمانہ بیت چکا ہے گھر میں ٹی وی ہے لیکن کوئی نشریات نہیں۔ یہاں قارئین کو یہ راز کی بات بتاتا چلوں کہ میں نے ٹی وی کی نشریات کیوں حاصل کی تھیں۔ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو حضرت عیسیٰ کی نہ صرف دوبارہ آمد پر یقین رکھتے ہیں بلکہ اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ وہ ہماری زندگی میں آئیں گے اور ہم انھیں دیکھیں گے۔ خیال آیا کہ ان کی آمد کے بعد فوری طور پر انھیں دیکھنے کی ایک ہی صورت ہے کہ سی این این اور بی بی سی آن رکھا جائے۔ لیکن ان نشریات کو مستقل چند دنوں تک دیکھنے کے بعد یہ احساس ہوا کہ حضرت عیسیٰ کی آمد کی اطلاع ان ذرائع ابلاغ پر اول تو آئے گی نہیں اور آئے گی بھی تو اس جھوٹ کے ساتھ کہ ''انھیں صلیب پر چڑھادیا گیا ہے۔''

میری رہائش پر اخبار ٹورانٹو اسٹار آتا ہے، جس روز اسرائیل نے فلسطینی آبادی پر حملہ کیا اس کی صبح کے اخبار کی سرخی تھی ''اسرائیل نے حماس پر حملہ کیا'' میں سوچتا رہا کہ اگر اسرائیل اوٹوہ، کینیڈا پر حملہ کرتا تو کیا یہ سرخی لگتی کہ ''اسرائیل نے کنزرویٹیو پر حملہ کیا'' (واضح رہے کہ کنزرویٹیو پارٹی اس وقت کینیڈا کی برسراقتدار پارٹی ہے) یا اگر واشنگٹن پر حملہ ہوتا تو کیا یہ سرخی لگائی ہوتی کہ ''ریپبلکن پر حملہ ہوا''؟ یہ درست ہے کہ میڈیا کی پہنچ سے اب کوئی شخص دور نہیں رہ سکتا۔ ہر صبح میرے کمپیوٹر میں گوگل نیوز پر جھوٹ کا کوڑا کرکٹ بکھرا ہوا ہوتا ہے۔ یوٹیوب کے ذریعہ اہم واقعات کو ٹی وی کی طرح دیکھ بھی سکتے ہیں۔ پرسنل کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے ایجاد کرنے والے کے ذہن میں شاید یہ بات رہی ہو کہ وہ اس طرح دنیا کے ہر شخص کی معلومات رکھے گا اور ان کی سوچ کو قابو میں رکھے گا اور یہ کہ اگر سچ بولنے والوں نے اسے استعمال کیا بھی تو ان کا سچ جھوٹ کے سمندر میں گم ہوجائے گا۔ لیکن شاید مکمل طور پر ایسا نہ ہوسکا۔ سچ کی اپنی ایک طاقت ہوتی ہے۔ آج انٹرنیٹ پر متبادل میڈیا کا بھی ایک جال ہے۔ اب اس متبادل میڈیا کے ذریعہ یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ امریکا اور برطانیہ نے اسرائیل کی غیر قانونی ریاست کس طرح قائم کی تھی اور یہ کہ اس نے کئی ہزار سال سے بسے ہوئے فلسطینیوں کے ساتھ ان کے اپنے وطن میں کیا کیا ظلم ڈھائے ہیں۔ اسی متبادل میڈیا پر ہم جیسے بے وسائل لوگوں کی تحریریں بھی ارتعاش پیدا کرتی ہیں، ہمارے مسلم بھائی اور بہنیں اور ایسے غیر مسلم بھائی اور بہنیں جو سچ اور جھوٹ کی تمیز رکھتے ہیں اور حق وانصاف کا ساتھ دے سکتے ہیں اسی متبادل میڈیا میں اپنی چیخ وپکار درج کرتے ہیں۔ اسی واویلا کے باعث ہی یہ ممکن ہوسکا کہ دنیا بھر میں لاکھوں لوگ اسرائیل کے خلاف مظاہرے میں شریک ہوئے۔

ہمارے بعض ساتھی اسرائیلی ظلم کو بربریت لکھتے اور کہتے ہیں۔ حالانکہ بربر نے بچوں کا قتل عام نہیں کیا تھا۔ اسرائیلی ظلم کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ہے اور اسرائیلیت ہی ظلم کی اعلیٰ ترین شکل ہے (اس میں انبیاء کا قتل بھی شامل کرلیا جائے)۔ خدارا اسے اسی نام سے یاد کیجئے۔

غزہ میں محصور فلسطینی دنیا کے سب سے مظلوم لوگ دنیا کے سب سے بڑے جیل خانے میں برسہا برس سے مقید ہیں۔ ان کے پاس نہ باہر سے کوئی چیز آسکتی ہے اور نہ جاسکتی ہے۔ باہر جانے کے تمام راستے مسدود ہیں۔ اسرائیل اس پر مستقل بمباری کررہا ہے۔ فلسطین مرد عورتیں اور زیادہ تعداد میں بچے اس طرح شکار ہورہے ہیں اور زمین پر ڈھیر ہورہے ہیں جیسے کہ بٹیر۔ کسی جنگ میں شہری آبادی اور بچوں کو اس طرح ہلاک کرنے کی تاریخ بھی اسرائیل اور امریکا سے شروع ہوکر اسی پر ختم ہوتی ہے۔ اور دنیا کا میڈیا اسی اسرائیلیت اور امریکیت کو ''برحق'' ثابت کرنے میں مصروف ہے۔

(jawed@dailymuslims.com)

●●

امریکہ کے بدترین صدر و نائب صدر

ترجمہ: مسعود الرحمٰن خاں ندوی

امریکی صدر جارج بش (فرزند) نے اپنے پورے دور حکومت میں بہت سی ایسی پالیسیاں بنائیں اور کام کئے جن کی بدولت وہ تاریخ میں مطلق ''علی الاطلاق بدترین صدر'' کی حیثیت سے یاد کئے جائیں گے، افغانستان وعراق کی دو دو ہلاکت خیز جنگیں، نیز تمام عالم کے لئے نقصان دہ اقتصادی بحران ایسے کارنامے ہیں جن کی وجہ سے وہ مذکورہ لقب کے حقدار ہیں، لیکن عراقی صحافی منتظر زیدی کا اپنے جوتوں سے ان کے مغرور سر کو نشانہ بنانے کے اہم وغیر معمولی واقعہ پر برطانوی صحافی سیمون شیدال نے امریکیوں کے خیال میں تاریخ میں امریکہ کے بدترین صدور کا بش سے مقابلہ The Guardian میں کیا تو ان کو یہ پتہ چلا کہ بش ان سب میں سب سے زیادہ ''مطلق بدترین صدر'' کے لقب کے زیادہ حقدار ہیں۔ وہ اپنے موازنہ میں کہتے ہیں ''ہوسکتا ہے کہ عراقی صحافی نے بش پر اپنے جوتے پھینک کر عالم عربی کے ایک بڑے حلقہ کی ترجمانی کی ہو اس لئے کہ وہاں ان کے خلاف بڑی نفرت وکراہیت پائی جاتی ہے لیکن یہ غیر معمولی واقعہ بش کی تذلیل وتوہین کے اس سوال پر مزید علامات استفہام قائم کرتا ہے کہ کیا بش ہی علی الاطلاق بدترین امریکی صدر ہیں؟''

اس سوال کا معروضی جواب ''علی الاطلاق بدترین'' اصطلاح کی تعریف پر منحصر ہے اس لئے کہ امریکیوں کے نزدیک بش کی وہائٹ ہاؤس میں آمد کے بعد کی تمام رائے شماریاں اس بات سے متاثر رہی ہیں کہ ابھی ان کو حقیقی طور پر آزمایا ہی نہیں گیا ہے کہ سابق صدور سیان کے موازنے کی نوبت آئے۔ لیکن 2007ء کی ایک رائے شماری میں بش امریکیوں کے نزدیک بہت کم معیار پر تھے، جب کہ جارج واشنگٹن، ابراہام لنکولن، فرانکلین روزفلٹ ان رائے شماریوں میں علی الاطلاق بہترین'' صدور میں تھے۔ جب کہ ''بدترین صدور کے مقابلہ'' میں ریچارڈ نکسن 60% فیصد اور بش 66% فیصد تھے اور گزشتہ ماہ CNN کی ایک رائے شماری میں بش کو 76% فیصد منفی رائیں ملی تھیں، یہ تو عام رائے شماری کی بات ہوئی، خاص اعلیٰ تعلیم یافتہ تجربہ کار'' اور واقف کار امریکیوں میں بھی بش کے خلاف رائے برے نتیجہ کی غماز ہے۔ بدترین صدور میں بش کے مدمقابل ایک فرانکلین پیرس (1853-1857) ہیں جن پر امریکی غلامی کے انتشار اور ملک کو Civil War میں جھونکنے کی ذمہ داری ڈالتے ہیں۔ دوسرے جیمس بوشانن ہیں جن کے مقدر میں جنوبی امریکہ کی علیحدگی کی ذمہ داری لکھی ہے۔ لیکن اعداد وشمار کی زبان صدر کی کارگزاری کے فیصلہ کا طریقہ تنہا اور بہترین طریقہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ صدر نکسن جو واٹر گیٹ فضیحت کی وجہ سے امریکیوں کے غصہ کا نشانہ بنے تھے، وہی نکسن ویتنام جنگ کے ختم کرانے اور کمیونسٹ چین کے تعلقات بنانے کے کارناموں کے لئے یاد کئے جاتے ہیں۔

بعض لوگوں کے خیال میں صدر کی بنیادی ذمہ داری اقتصادی حالت کی حفاظت وبہتری اور خوشحالی کو عام کرنا ہے۔ اس لحاظ سے بھی صدر بش ہی موجودہ عالمی مالی بحران کے اول ذمہ دار ہیں۔ موجودہ بحران کے مقابلہ میں صدر ہربرٹ ہوور (1929-1933) کے عہد کے نیکس بحران سے صرف نظر کیا جاسکتا ہے۔ جس کے بارے میں بعض اہل قلم کا خیال تھا کہ اس بڑی کساد بازاری کے وہ ذمہ دار تھے۔ انہوں نے جب صدارت چھوڑی تو 25% فیصد امریکی بے روزگار تھے اور لاکھوں لوگ خیموں میں زندگی گزار رہے تھے جو ''ہوور کیمپس'' سے مشہور تھے۔

اس طرح بش کوئی کارنامہ انجام دینے میں ناکام رہے، فتح تو دور کی بات ہے، وہ اپنی شروع کی ہوئی افغانستان وعراق کی جنگوں کو ختم بھی نہیں کراسکے۔ اسی طرح دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ناکام رہے۔ جیسے کہ جونسون اور کینڈی ویتنام میں ناکام ہوئے تھے۔ اور اس کارشہ نے امریکہ کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا تھا۔

بہرحال بش کی رخصتی کے وقت اس بات پر تقریباً اجماع ہے کہ امریکہ کی تاریخ میں موجودہ صدر بش ہی ''سب سے بدترین صدر'' ثابت ہوئے۔

بش کے خلاف مذکورہ بالا اجماع کے علاوہ رائے شماری سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نائب صدر ڈک چینی کو امریکیوں کی چوتھائی تعداد ''امریکی تاریخ کا بدترین نائب صدر'' تصور کرتی ہے، چنانچہ CNN کی ریسرچ سینٹروں کے تعاون سے کی ہوئی رائے شماری میں بتایا گیا 23% فیصد نے ان کو ملک کی تاریخ کا سب سے بدترین نائب صدر 41% فیصد نے بدتر اور 34% فیصد نے بہتر اور ایک فیصد نے ان کو بہترین قرار دیا ہے۔ (ہفتہ روزہ الامان، بیروت، شمارہ نمبر 837، 26 دسمبر 2008ء ص 8 اور 9)

●●

بقیہ: گوانتاناموبے کے قیدیوں کو آسٹریلیا میں پناہ

شروع ہی سے گوانتاناموبے کے قیدخانوں کی مخالفت کی ہے اور اس کو انسانی حقوق کی پامالی کا بدترین نمونہ کہا ہے کہ مگر اب امریکہ خود اس کے اثرات اور نتائج کو برداشت کرے اور ان قیدیوں کی ذمہ داری اٹھائے۔ انہوں نے کہا کہ اگر وزیر اعظم کیون رڈنے ان قیدیوں کو آسٹریلیا میں سکونت دینے کا ارادہ کیا تو گرین پارٹی اس کی سخت مخالفت کرے گی۔

آسٹریلیا کے محکمۂ سیاحت نے اعلان کیا ہے کہ آسٹریلیا کو اگلے سال سیاحت کے میدان میں تاریخی نقصان متوقع ہے۔ ٹورزم آسٹریلیا کو ہر سال غیر ملکی سیاحوں اور عارضی دورہ کرنے والوں سے ۹۰ بلین آسٹریلوی ڈالر کی آمدنی ہوتی ہے۔ محکمۂ سیاحت کی طرف سے شائع کی گئی تازہ ترین رپورٹ کے مطابق گو کہ آسٹریلوی ڈالر کی قیمت میں عالمی منڈی میں کمی واقع ہوئی ہے۔ پیٹرول کی قیمت میں بھی کمی آئی ہے اور آسٹریلیا میں ہوٹلوں کا معیار اور سہولیات دن بدن اعلیٰ ہوتی جارہی ہیں مگر غیر ملکیوں میں آسٹریلیا کی طرف رُخ کرنے کا رجحان کم ہوتا جارہا ہے۔ آسٹریلیا میں چین، جاپان اور یورپ سے سب سے زیادہ سیاح آتے ہیں جن سے کروڑوں ڈالر سالانہ کی آمدنی ہوتی ہے۔ رپورٹ کے مطابق چین اور جاپان کے سیاحوں میں حیرت انگیز طور پر ۳۰ فیصد تک کی واقع ہوئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق بھارت ایک ایسا ملک ہے جہاں سے سیاحت، عارضی رہائش اور تعلیم کی غرض سے آنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے مگر مجموعی طور پر یہ اضافہ اتنا نہیں ہے کہ دوسرے ممالک سے آنے والوں کی کمی کو پورا کرسکے۔ رپورٹ کے مطابق موجودہ سلسلہ وار کمی کو مدنظر رکھتے ہوئے ۲۰۰۹ء میں سیاحت کے شعبہ میں پچھلے ۲۰ سالوں میں سب سے کم آمدنی ہوگی۔ یہ کمی صرف غیر ملکیوں کے آسٹریلیا کے دورے کرنے میں ہی واقع نہیں ہورہی ہے بلکہ آسٹریلیا سے بھی لوگوں نے بیرون ملک سفر کرنے میں کمی کردی ہے۔ جس کی وجہ آسٹریلوی سیاحت نہیں بلکہ آسٹریلیا میں روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی، ایئر لائن کے ٹکٹوں میں اضافہ اور حکومت کی طرف سے ایئرپورٹ ٹیکس میں اضافہ ہے۔ واضح رہے کہ آسٹریلیا میں ایئرپورٹ ٹیکس اب ۶۰۰ ڈالر تک بڑھا دیا گیا ہے۔ لہٰذا ایک اوسط غیر ملکی ٹکٹ جو ایک ہزار سے پندرہ سو ڈالر تک کے درمیان ہوتا تھا، اب اٹھارہ سو سے ڈھائی ہزار ڈالر کے درمیان ہے، جو کہ ایک عام آدمی کی خرید سے باہر ہے۔ لوگوں نے اپنی سالانہ چھٹیوں میں غیر ملکی سفر کو کم کردیا ہے، جس سے حکومت کو ٹیکس کی مد میں ہونے والی آمدنی پر بھی کافی فرق پڑا ہے۔ خشک سالی آسٹریلیا کے لئے سنگین مسئلہ بنی ہوئی ہے جس کی وجہ سے پیداوار میں بھی کمی آئی ہے۔ خشک سالی کے باعث جنوبی آسٹریلوی ریاست کو اس سال ۲۳۱ گیگا لیٹر پانی خریدنا پڑا ہے۔ لہٰذا ریاست کے دارالحکومت ایڈیلیڈ کے پاس اتنا پانی موجود ہے جو ۲۰۰۹ء کی ضروریات کے لئے کافی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اس سال کے آخر تک پانی کا ذخیرہ ختم ہوجائے گا۔ جنوبی آسٹریلیا گزشتہ پانچ سال سے خشک سالی کا شکار ہے جس کی وجہ سے ایڈیلیڈ کے پانی کے ذخیروں میں گزشتہ سال ۸ فیصد کمی آئی تھی۔ ایڈیلیڈ میں ہر سال اوسطاً ۵۲۸ ملی میٹر بارش ہوتی تھی جو اب کم ہوکر ۲۵۰ ملی میٹر رہ گئی ہے۔ پانی کی قلت کی وجہ سے ایڈیلیڈ کے شہریوں کو لانز اور گاڑیوں کی دھلائی وغیرہ کے لئے زیادہ پانی استعمال کرنے کی ممانعت کردی گئی ہے۔ گزشتہ برس ریاست جنوبی آسٹریلیا نے ۳۰ گیگا لیٹر پانی کے مشترکہ ذرائع سے خریدا ہے جب کہ ۲۰۱ گیگا لیٹر پانی واٹر ٹریڈنگ مارکیٹ سے ۳۵۰ سے ۴۵۰ آسٹریلوی ڈالر فی گیگا لیٹر کے حساب سے خریدا ہے۔ گزشتہ دنوں آسٹریلیا کی وفاقی حکومت نے ایک قانون منظور کرکے آسٹریلیا کے سب سے بڑے دریائی نظام سرے ڈارلنگ بیسن کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا تاکہ پانی کی تقسیم صحیح ہوتی رہے اور آسٹریلیا کی کوئی ریاست خشک نہ ہونے پائے۔ جب کہ ۱۹۰۱ء سے دریا کا نظام چاروں ریاستیں سنبھالتی تھیں جن سے یہ دریا گزرتا ہے۔

●●

مسرفانہ معاشرت نے غریب کے چہرے کی رونق چھین لی

عارف عزیز (بھوپال)

آزادی کی جدوجہد کے دوران گاندھی جی اور کانگریس کے رہنماؤں نے بیرون ملک تیار مصنوعات کے بائیکاٹ کی جو تحریک چلائی تھی اس کا منشاء ومقصد جہاں جہد آزادی کے لئے عوامی ولولہ کو ایک سمت دینا تھا وہیں گھر گھر یہ جذبہ بھی پیدا کرنا تھا کہ عوام جاگیردارانہ سماج میں پائی جانے والی مسرفانہ معاشرت کی روح سے گلوخلاصی اختیار کرلیں۔ لہٰذا اس تحریک کے نہایت دور رس نتائج برآمد ہوئے اور سماجی، اقتصادی، اخلاقی، بلکہ سیاسی سطح پر بھی اس تحریک نے پوری قوم کو متاثر کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک ایسی نسل تیار ہوگئی جو سادگی، وطن پرستی اور قومیت کے جذبات سے سرشار تھی۔ اس نسل کے بڑے حصہ نے کھدر پوشی کو اپنا جزو زندگی بنایا اور بدیسی مصنوعات پر ملکی مصنوعات کو ترجیح دینے کا وہ رویہ اپنایا جو برسوں یہاں جاری رہا۔

تعجب وافسوس کا مقام یہ ہے کہ آزادی کے بعد ایک طرف تو قوم نے سوشلزم کو اپنا مقصد حیات بنایا دوسری طرف دیسی اشیاء کے استعمال یعنی سادگی اور معیار زندگی میں مساوات کا جذبہ بڑھنے کے بجائے کم ہونے لگا اور اب تو معاشرے میں ہر سطح پر نام ونمود کے اظہار، ٹھاٹ باٹ کے مظاہرے اور معیار زندگی بلند کرنے کی ایک دوڑ جاری ہے۔ جسے دیکھو عیسانہ طرز زندگی اور مسرفانہ معاشرت کا خوگر بنا ہوا ہے، تعمیر کے طرز اور مکانات کی آرائش میں جو تمدنی فرق واقع ہوا ہے اسے اگر گوارا بھی کرلیا جائے تو طبقاتی کشمکش یا اقتصادی عدم مساوات جن فضول رسموں سے پنپتے ہیں ان کے فروغ کا آج کیا جواز ہے؟ مثلاً شادی اور دیگر تقریبات میں زبردست مصارف جہیز وتلک جیسی قبیح رسوم میں وہ اضافہ جو ناجائز منفعت حاصل کرنے کی ذہنیت اور گوناگوں بدعنوانیوں کو جنم دے رہا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ چکر چل پڑا ہے جو کسی بھی معاشرے کو جلد کھوکھلا کرکے رکھ دیتا ہے۔

لہٰذا آج سخت ضرورت اس بات کی ہے کہ معاشرے کی اصلاح یا تطہیر کی ایک ہمہ گیر مہم چلائی جائے تاکہ معاشی ناہمواریوں اور معاشرتی ناانصافیوں کا خاتمہ ہی نہ ہو بلکہ قومی کردار مستحکم کرنے کا اہم کام بھی انجام پائے۔ اس ضمن میں شدید ضروری ہے کہ لباس، مکان اور رہن سہن میں ایسی سادگی اور مساوات اپنائی جائے جس سے بادی النظر میں اعلیٰ اور ادنیٰ کا فرق وامتیاز دور ہوسکے۔ اور تفاخر وبرتری کے رجحان پر بھی گہری ضرب پڑے۔

اس طرح یقیناً مسابقت ومجادلہ کی وہ دوڑ بھی کم ہوسکے گی۔ جس نے پوری قوم کو زر پرستی کا مریض بنا کر اخلاقی وروحانی خصوصیات سے اس کو محروم کردیا ہے۔ لہٰذا آج ہر فرد وبشر کو یہ فکر دامن گیر ہے کہ وہ اپنے متعلقین کا زیادہ سے زیادہ بھلا کرلے، نتیجے میں وہ خود غرضی، مادہ پرستی اور بدعنوانی برگ وبار لارہی ہے جس نے متوسط اور غریب طبقہ سے اس کی ساری طمانیت قلب اور چہرے کی رونق چھین لی ہے۔ سب مقدور بھر اس جدوجہد میں لگے ہیں کہ ان کا معیار زندگی کسی طرح بلند ہوجائے اگرچہ مسابقت کا یہ جذبہ تمدنی ترقی کے اعتبار سے مفید ہے لیکن اس سے معاشرتی عدل اور سماجی مساوات کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا، کیونکہ آج کیا نوکر پیشہ افراد، کیا تاجر اور کیا صنعت کار، سب دولت پرستی کی ہوس میں مبتلا ہوکر معاشی حیوان بن گئے ہیں۔

کیا ہی اچھا ہو کہ دیگر محاذوں پر سرگرم عمل اصلاحی اور سماجی تنظیمیں اس طرف بھی توجہ دیں اور کوئی ایسا ضابطہ یا طریقہ تشکیل دینے میں کامیاب ہوجائیں جس سے معاشرے میں سادگی، مساوات اور مسرفانہ زندگی سے وہ بیزاری پیدا ہوسکے جس کے بغیر ایک فلاحی سماج کا قیام ممکن نہیں ہو۔

●●

مالیگاؤں معاملے میں فرد جرم

ممبئی- مالیگاؤں بم دھماکوں کی کلیدی ملزمہ سادھوی پرگیا سنگھ ٹھاکر سمیت کل گیارہ ملزمین کے خلاف انسداد دہشت گردی دستہ (اے ٹی ایس) ۲۰ر جنوری تک فرد جرم عائد کرے گا اور اس کے بعد ملزمین کے خلاف باقاعدہ مقدمے کی سماعت ہوگی۔ یہ اطلاع خصوصی مکوکا عدالت کے روبرو وکیل استغاثہ روہنی سالین نے اس وقت دی جب معطل فوجی کرنل پرساد پروہت و دیگر ملزم اجے راہیکر نے ضمانت کی درخواست داخل کی جس کی استغاثہ نے مخالفت کی۔ خصوصی جج وائی ڈی شندے کے روبرو آج دونوں ملزمین نے یہ کہہ کر درخواست ضمانت داخل کی کہ وہ فی الوقت عدالتی تحویل میں ہیں اور تحقیقاتی ایجنسیوں نے ان سے اپنی تفتیش مکمل کرلی ہے۔ لہٰذا قانون کے مطابق انہیں ضمانت پر رہا کئے جانے کے احکامات جاری کئے جائیں۔

اہم خبروں کا اختصار

ملکی

● نئی دہلی- ہندوستان کی بری فوج کے سربراہ جنرل دیپک کپور نے یہاں ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ ٢٩ر نومبر کے ممبئی حملے کے بعد پاکستان کی جانب سے ٹھوس کارروائی نہ کئے جانے کے پیش نظر ہندوستان نے اپنے تمام متبادل اب بھی کھلے رکھے ہیں۔

● نئی دہلی- امریکی وزیر رچرڈ باوچر کے بعد اب برطانیہ کے وزیر خارجہ ڈیوڈ ملی بینڈ نے یہاں ایک ٹیلی ویژن پروگرام میں کہا کہ ہند-پاک میں حوالگی معاہدہ نہیں ہے۔ اس لئے ممبئی حملے کے ملزمین پر پاکستان میں ہی مقدمہ چلایا جائے اور وہاں کے قانون کے مطابق ہی قصورواروں کو سزا دی جائے کیونکہ انہوں نے اسی ملک کی قانونی شکنی کی ہے۔

● نئی دہلی- سابق نائب صدر جمہوریہ بھیروں سنگھ شیکھاوت کے بعد اب بی جے پی کے دوسرے لیڈر کلیان سنگھ نے بھی راجستھان کی سابق وزیر اعلیٰ وسندھرا راجے سندھیا کے خلاف بدعنوانی کے الزامات کی جانچ کا مطالبہ کیا ہے۔

● نئی دہلی- دہلی پولیس نے بنگلہ دیشی دراندازی کے نام پر فرید آباد میں چھاپہ مار کر دہلی میں آٹو رکشہ چلانے والے خالد کے کنبہ کو دو ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔ خالد اور ہندوستان میں پیدا ہوئے اس کے بڑے بیٹے کو ہندوستانی مان کو چھوڑ دیا جب کہ اس کی بیوی اور بنگلہ دیش میں پیدا ہوئے چھوٹے بیٹے کو بنگلہ دیشی قرار دے کر گرفتار کرلیا۔ اب انہیں بنگلہ دیش بھیجنے کی تیاری چل رہی ہے۔

● ممبئی- ممبئی حملے میں مارے گئے اشوک کامٹے کی اہلیہ ونیتا کامٹے نے ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں اپنے شوہر کی موت کے منظر اور پس منظر پر سوالات اٹھائے ہیں۔ مہاراشٹر کے وزیر داخلہ نے اس کی جانچ کرانے کا اعلان کیا ہے۔

● نئی دہلی- ١٥ر جنوری کے میل ٹوڈے کی رپورٹ کے مطابق سی بی آئی نے ایڈیشنل سیشن جج ایس کے گوتم کی عدالت میں عرضی داخل کر کے بے قصور معارف قمر اور ارشاد علی کی رہائی کی سفارش کی بلکہ یہ بھی کہا کہ اس کے افسروں کو دہلی پولیس کے اسپیشل سیل کی طرف سے دھمکیاں مل رہی ہیں اس لئے انہیں تحفظ فراہم کیا جائے۔

● جموں- جموں وکشمیر کے وزیر اعلیٰ عمر عبداللہ نے برطانیہ کے وزیر خارجہ ڈیوڈ ملی بینڈ کے ساتھ ٹیلی فون پر چوٹی کانفرنس کی۔ یہ اطلاع سرکاری ترجمان نے دی۔

● نئی دہلی- ہائی کورٹ کی ہدایت پر دہلی کے لیفٹیننٹ گورنر تیجندر کھنہ نے نوٹیفکیشن جاری کر کے راجدھانی میں پلاسٹک کی تھیلی استعمال کرنے پر پابندی عائد کردی ہے۔

● ممبئی- مہاراشٹر اے ٹی ایس پروین متالک نام کے ایک آدمی کو تلاش کر رہی ہے جس کے بارے میں شبہ ہے کہ مالیگاؤں بم دھماکہ کے لئے اسی نے بم بنایا تھا اور رکھا تھا۔ اس کا نام ہبلی کورٹ دھماکہ میں بھی آیا ہے اور وہ کرناٹک کا رہنے والا ہے۔ واضح رہے کہ ابھی تک کرناٹک کا تعلق مالیگاؤں بم دھماکہ سے نہیں جڑا تھا۔

● نئی دہلی- مرکزی حکومت نے ١٩٧٥ء بیچ کے آئی اے ایس افسر آر وی راجو کو نیشنل انوسٹی گیشن ایجنسی کا پہلا ڈائریکٹر جنرل بنایا ہے۔

● نئی دہلی- راشٹریہ جنتادل کے ممبر پارلیمنٹ جابر حسین نے کہا ہے کہ مرکزی وزیر اقلیتی امور عبدالرحمٰن انتولے نے ممبئی حملوں کے تعلق سے جو سوال اٹھایا تھا وہ مارے گئے اشوک کامٹے اور ہیمنت کرکرے کی بیویوں کے خیالات سے مختلف نہیں ہیں۔ ان دونوں نے کئی سوالات اٹھائے ہیں۔

● نئی دہلی- سابق صدر جمہوریہ بھیروں سنگھ شیکھاوت نے کہا ہے کہ وہ وزارت عظمیٰ کے لئے بی جے پی کے امیدوار کے خلاف نہیں کھڑے ہوں گے لیکن اگر ان کے نام پر اتفاق رائے ہوتا ہے تو وہ اس کے لئے تیار ہیں۔

● نئی دہلی- مرکزی وزیر داخلہ پی چدمبرم نے روزنامہ ''دی ٹائمس'' کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں کہا کہ اگر پاکستان ممبئی حملوں کی جانچ میں تعاون کرنے میں ناکام رہتا ہے تو ہندوستان اس کے ساتھ بزنس ٹرانسپورٹ اور سیاحتی رشتے منقطع کر سکتا ہے۔

● الٰہ آباد- اُردو ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن کے قومی جنرل سکریٹری ڈاکٹر پرواز علوی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ بینک آف بڑودہ کے بعد اب الٰہ آباد بینک نے بھی ملک بھر میں اپنی تمام شاخوں کو ہدایت جاری کی ہے کہ وہ ہندی اور انگریزی کے ساتھ اُردو میں بھی پُر کئے ہوئے چیکوں کو قبول کریں۔

بین الاقوامی

● غزہ- غزہ میں اسرائیلی حملوں میں شہید ہونے والے فلسطینیوں کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہوگئی۔

● لندن- برطانوی وزیر اعظم گورڈن براؤن نے اپنے اسرائیلی ہم منصب ایہود اولمرٹ سے فون پر بات چیت کرتے ہوئے عالمی قوانین کا احترام کرنے اور فوری جنگ بندی کا مطالبہ کیا۔ ادھر امریکہ نے بھی اسرائیل کو گولہ بارود اور اسلحہ بھیجنے کا منصوبہ ترک کردیا۔

● واشنگٹن- امریکی صدر جارج ڈبلیو بش نے سی این این چینل کے ایک پروگرام میں کہا کہ سی آئی نے انہیں عراق میں وسیع پیمانے پر تباہی کے ہتھیار ہونے کی غلط اطلاع دی تھی۔ اسی بنیاد پر امریکہ نے عراق پر حملہ کیا تھا۔

● روم- وینس کی اعلیٰ ربی ایلیا ایز یکوریشتی نے ایک یہودی جریدے کے اداریہ میں کہا کہ پوپ بینڈکٹ کی وجہ سے کیتھولک مسیحیوں اور یہودیوں کے مابین مذاکرات میں ٥٠ سالہ پیش رفت کو نقصان پہنچا۔ انہوں نے یہ بھی اعلان کیا کہ اطالوی یہودی یہودیت کی سالانہ کلیسیائی تقریب کا بائیکاٹ کریں گے۔

● واشنگٹن- نومنتخب امریکی صدر کی نامزد وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن نے کہا ہے کہ امریکہ کسی بھی حالت میں ایران کو جوہری ملک کی حیثیت سے قبول نہیں کرے گا۔

● کولمبو- سری لنکا کی فوج نے جافنا میں باغی ایل ٹی ٹی ای کے زیر اثر باقی ماندہ علاقے پر بھی قبضہ کرلیا۔ اس طرح فوج کا شمالی جزیرہ نما کے اہم علاقے پر مکمل قبضہ ہوگیا۔

● واشنگٹن- امریکی محکمہ دفاع نے امریکی کانگریس کو سونپی گئی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ ایران عراق کے استحکام کے لئے کافی خطرہ ہے اور وہ ان شیعوں کی حمایت کرتا ہے جو تشدد میں یقین رکھتے ہیں اور حکومت بغداد کے مخالف ہیں۔

● واشنگٹن- امریکی محکمہ اقتصادی اور ترقیاتی تنظیم کی رپورٹ کے مطابق سب سے زیادہ امریکی امداد پانے والے ممالک میں پاکستان دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے جسے ٢٠٠٦-٠٧ء میں ٤٦٥ کروڑ ڈالر کی امداد دی گئی جب کہ عراق کو ٧٤ء٢ ارب ڈالر اور افغانستان کو ٤٦ء١ ارب ڈالر کی ترقیاتی امداد دی گئی۔ یہ دونوں ممالک پہلے اور دوسرے نمبر پر ہیں۔

● تہران- ایرانی وزارت دفاع نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ایران غزہ میں اسرائیل کی طرف سے فاسفورس بموں کے استعمال کی مذمت کرتا ہے۔ یہ جنیوا کنونشن کی خلاف ورزی ہے۔ ایران نے اقوام متحدہ سے اس کی جانچ اور اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔

● واشنگٹن- امریکی محکمہ دفاع نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ گوانٹانامو بے سے رہا کئے گئے ٦١ قیدی پھر سے دہشت گرد بن گئے ہیں۔ جب کہ انسانی حقوق کی تنظیم ہیومن رائٹس واچ نے اسے گمراہ کن پروپیگنڈہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ امریکی محکمہ دفاع نے ان قیدیوں کی کوئی تفصیل بھی نہیں بتائی ہے۔

● ویانا- اسرائیل نے شام کے اس الزام کو مسترد کردیا ہے اس کے جوہری ری ایکٹر سے جو یورینیم ٢٠٠٧ء میں اسرائیلی بمباری کے بعد برآمد ہوا تھا اس کے لئے اسرائیل ذمہ دار ہے۔ یورینیم کی برآمدگی کی بات گزشتہ سال نومبر میں ویانا میں بین الاقوامی جوہری توانائی ایجنسی نے کہی تھی جس کے بعد یہ مسئلہ چل رہا ہے کہ ایٹمی تنصیبات کے ملبہ میں اسرائیلی یورینیم تھی یا شامی۔

قاہرہ- ٢٢ر رکنی عرب لیگ کے سکریٹری جنرل عمرو موسیٰ نے کہا ہے کہ غزہ کی صورتحال پر غور وخوض کے لئے انہیں ١٢ درخواستیں موصول ہوئی ہیں۔

● غزہ- غزہ میں تعینات اقوام متحدہ کی امدادی ایجنسی کے ڈائریکٹر جان کنگ نے کہا ہے کہ غزہ میں اسرائیلی کارروائی تیز ہونے کے بعد ١٥لاکھ کی آبادی والے اس علاقے میں اب کوئی بھی جگہ شہریوں کے لئے محفوظ نہیں ہے۔ انہوں نے بین الاقوامی برادری سے فلسطینیوں کو تحفظ فراہم کرنے کی اپیل کی۔

● لندن- برطانیہ کے پہلے مسلم وزیر انصاف شاہد ملک نے کہا ہے کہ ملک کے وزیر اعظم اور وزیر خارجہ نے غزہ کے حملوں کو ناقابل قبول، المناک، افسوسناک اور ایک بہت بڑا المیہ کہا ہے۔

قمر خلیل سنگا ریڈی

تحریک اسلامی کی ایک خاموش مگر انتہائی سرگرم شخصیت

از: مسعود جاوید ہاشمی

٢٩ر اکتوبر چہار شنبہ کی صبح ابوالنصر عابر صاحب نے فون پر بتایا کہ قمر خلیل صاحب انتقال فرماگئے۔ یہ اطلاع میرے لئے بڑی اندوہناک تھی، میرے قریبی دوست اور عزیز کا اس طرح بچھڑ جانا کسی سانحے سے کم نہ تھا۔ ویسے ایک عرصے سے ان کی علالت چل رہی تھی مگر ان کے عزم اور حوصلے کو دیکھ کر ہم ہر ملاقات میں ایک نیا عزم اور حوصلہ اپنے اندر پاتے تھے نہ کبھی بیماری کا ذکر، نہ حالات کے ناساعد ہونے کی شکایت، ہمیشہ چہرے پر کھیلتی ہوئی مسکراہٹ۔

حسین محی الدین قمر خلیل صاحب جن کو گھر والے معین بابو اور محلے والے بھیا کے نام سے پکارتے تھے، اسلام کا اور مسلمانوں کا بے پناہ درد اپنے دل میں رکھتے تھے۔ جماعت اسلامی کے رکن تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لئے ہمیشہ فکر مند رہتے تھے۔ پہلے ''رفتار زمانہ'' کے نام سے پرچہ نکالا اور جرأت مندانہ مضامین کے ذریعہ ملت کو بیدار کرنے اور حکومت کو انتباہ دینے کا فرض انجام دیتے رہے، اس کے بعد ''شالیمار نیوز'' انگریزی میں نکالتے رہے۔ ذریعہ معاش مختلف محکموں فارموں اور رجسٹروں کی طباعت اور گتہ داری تھا۔ اس دوران سیاست دانوں، علماء دین، اہم شخصیات اور عہدیداروں سے غیر معمولی نوعیت کے تعلقات پیدا کرلئے تھے۔ ہر چھوٹے بڑے کے کام نکالنے اور مدد کرنے میں ان تعلقات سے بھرپور استفادہ کرتے تھے۔ کوئی تعاون کا خواستگار ہوتا اور اپنے مسائل سامنے رکھتا تو فوراً تیار ہوجاتے۔ کسی کو نفی میں جواب دینا جیسے انہوں نے سیکھا ہی نہ تھا۔ نئی نسلوں کی تعلیم وتربیت کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ پولیس ایکشن کے بعد والدہ محترمہ عظیمہ حافظ خلیل مرحومہ کا شروع کیا ہوا ایک صباحی مدرسہ جو بعد میں اُردو مدرسہ اسلامیہ بن گیا ان کا اصل اثاثہ تھا۔ اس کو ترقی دے کر انہوں نے ہائی اسکول بنایا۔ اس کی دو مزید شاخیں قائم کیں جس میں ٤٥ معلمات ہیں۔ ١٢٠٠ طلباء وطالبات زیر تعلیم ہیں یہ اُن کی یادگار ہے۔ آدھا سنگاریڈی ان کا شاگرد ہے۔ مدرسے کے کاموں میں وہ جی جان سے مصروف رہتے تھے۔ وہ پاکستان معہ خاندان ہجرت کے بعد اسی مدرسے کی خاطر واپس لوٹ آئے اور اپنے لگائے ہوئے پودے کو خون جگر سے سینچا اور تناور درخت بنایا۔

مدرسے کے لئے کئی جلسوں کا اہتمام وقتاً فوقتاً کرتے رہتے تھے۔ ہر سال کئی عنوانات سے جلسے کرتے تھے۔ طالبات اور معلمات کو دینی ودنیوی تعلیم وتربیت کے علاوہ درس وتدریس اور تقریر کے لئے تیار کرتے تھے۔ اس میں ان کی اہلیہ محترمہ پروین خلیل صاحبہ ان کی دست راست اور معاون رہتیں۔ خود کئی کتابچوں کے مصنف رہے۔ ایک کتاب ''تحفۃ المصنفین'' ان کی یادگار ہے۔ جس پر اُردو اکیڈمی مغربی بنگال نے انعام دیا۔ اپنی بہن نجمہ راجہ یٰسین صاحبہ کی تالیف کردہ کتب کی اشاعت کرواتے رہے اور پروین خلیل صاحبہ کو تصنیف وتالیف کے میدان میں متعارف کرایا۔ ان کے متعدد کتابچے طبع کروائے اور قرآن کی خدمت کا جذبہ ان میں اُجاگر کیا۔ اس طرح اپنی والدہ مرحومہ کے جذبہ خدمت قرآن کو اپنی اہلیہ میں منتقل کرنے کی کامیاب کوشش کی۔

قمر خلیل صاحب کے مضامین حیدر آباد اور دہلی سے شائع ہونے والے متعدد جرائد میں چھپتے رہے۔ ماہنامہ رفتار زمانہ انہوں نے شمس العلماء عزیز جنگ ولا کی یاد میں نکالا تھا۔ انہوں نے کرناٹک کے سابق وزیر ایس ایم یحییٰ کی دعوت پر کرناٹک کے بیشتر شہروں میں تعلیمی اداروں کا دورہ عبدالقدوس قریشی کے ساتھ لیا اور تعلیمی میدان میں خدمات انجام دینے کے سلسلے میں معلومات حاصل کیں۔

اُردو مدرسہ اسلامیہ میں ایک بہترین لائبریری بھی انہوں نے قائم کی جس میں بیشتر نادر ونایاب کتب موجود ہیں، ہر زمانے میں ان کے پیش نظر کوئی نہ کوئی مہم رہی جس کے لئے انہوں نے اپنا تن من دھن لگادیا۔ ایک زمانے میں جب کہ مسلم نوجوانوں کی ٹیکنیکل تعلیم وتربیت کے لئے انہوں نے ایک اسلامک ٹکنیکل انسٹی ٹیوٹ قائم کیا تھا جس سے فارغ ہونے والے بیچ کے نوجوانوں نے سیول انجینئرنگ ڈرائنگ فٹر اور ٹرنر کی حیثیت سے روزگار کے حصول میں کامیابی حاصل کی۔

تحریک اسلامی کو سنگاریڈی میں متعارف کروانے اور اس کی جڑیں مضبوط کرنے میں قمر خلیل صاحب نے بنیادی کام انجام دیا۔ وہ کارکنوں کی حوصلہ افزائی کرتے، انہیں کام کی سہولتیں فراہم کرتے، اجتماعات کے انعقاد میں پورا تعاون کرتے اور اپنے پورے مراسم سے فائدہ اٹھا کر اجتماعات کو کامیاب بناتے۔ عبدالرزاق لطیفی صاحب مرحوم اور دیگر امرائے حلقہ سے رہنمائی حاصل کرنے اور جماعت کے کام کو سنگاریڈی میں مستحکم کرنے کا اہم کام انہوں نے انجام دیا۔ وہ رکن بہت بعد میں بنے مگر انہیں رکن ساز ہونے کا شرف ہمیشہ حاصل رہا۔ وہ ہر کام میں پیش پیش رہنے کے باوجود اسٹیج پر آنے سے ہمیشہ ہٹتے رہے۔ نام ونمود کے بالکل قائل نہ تھے۔ اپنے آپ کو شہرت دینے، اپنی اہمیت جتانے اور اپنی تصاویر چھپوانے سے وہ ہمیشہ گریز کرتے رہے۔

مہمان نوازی ان کا خاص وصف تھا۔ مہمانوں کی تواضع میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ بہتر سے بہتر کھانوں اور مرغن غذاؤں کی تیاری کا اہتمام کرتے۔ اپنی اور اہلیہ کی علالت کے باوجود کبھی مہمانوں کی خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ قمر خلیل صاحب بزلہ سنج اور خوش مزاج بھی تھے۔ ان کی محفلیں قہقہوں سے گونجتی رہتیں۔ اپنے قریبی دوستوں سے بے تکلفی سے کام لیتے۔

آخر زمانے میں ڈاکٹر حمید اللہ اکیڈمی کے قیام کے سلسلے میں فکر مند تھے۔ ابتدائی نشستوں میں شرکت کے بعد وہ بوجہ علالت حیدر آباد نہیں آسکتے تھے مگر سنگاریڈی میں بیٹھ کر ہی وہ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہتے تھے۔ مگر موت نے مہلت نہ دی اور وہ اپنے رب کے حضور حاضر ہوگئے۔

حیات جس کی امانت تھی اس کو لوٹادی
میں آج چین سے سوتا ہوں پاؤں پھیلا کر
●●

دعائے مغفرت

● نئی دہلی- جناب عبدالمجید صاحب رکن جماعت اور جنرل سکریٹری ادارہ ادب اسلامی کرناٹک کے بہنوئی جناب حافظ ظہیر احمد، شیموگہ، کرناٹک کا گزشتہ دنوں انتقال ہوگیا۔

● موصوف کے جوان سال داماد، ٤٠ سالہ شفیع اللہ خان، بنگلور کا ١٥ر جنوری کو حرکت قلب بند ہوجانے سے انتقال ہوگیا۔

رفیق احمد سکریٹری دعوت ٹرسٹ

● بجنور- رکن جماعت جناب حامد حسین سہارنپوری کی زوجہ محترمہ خورشیدہ بیگم صاحبہ (جو خود بھی رکن جماعت تھیں) کا مختصر علالت کے بعد ٢٠ر دسمبر کی شام انتقال ہوگیا۔ عمر ٦١ سال تھی۔

عبدالغفار صدیقی، ناظم علاقہ، بجنور

مرحومین کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

کالی کٹ میں یکجہتی کانفرنس کا انعقاد

کالی کٹ- جماعت اسلامی ہند حلقہ کیرلہ کے ایک بازو سالیڈرٹی یوتھ موومنٹ کے زیر اہتمام یہاں گزشتہ ١٠ر جنوری کو ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ٢٥ر ہزار سے بھی زیادہ لوگوں نے شرکت کی، شرکاء میں خواتین کی تعداد بھی ہزاروں میں تھی۔ کانفرنس کے موقع پر شہر میں ایک ریلی بھی نکالی گئی جس میں چھ ہزار نوجوانوں نے حصہ لیا۔ کانفرنس کا عنوان تھا ''جوانی نام ہے جدوجہد کا''۔

کانگرس کا افتتاح جناب ٹی عارف علی امیر حلقہ کیرلہ نے کیا۔ انہوں نے اپنے افتتاحی خطاب میں بے گناہ فلسطینیوں پر اسرائیلی مظالم فی الفور بند کرنے کا پرزور مطالبہ کرتے ہوئے حکومت سے بھی مطالبہ کیا کہ اسے استعماری طاقتوں کے خلاف اُٹھ کھڑا ہونا چاہئے اور اسرائیل پر قتل عام کو روکنے کے لئے دباؤ ڈالنا چاہئے۔

انہوں نے کہا کہ جماعت کی سیاسی سرگرمیوں میں عملی شرکت کے سلسلے میں طرح طرح کی باتیں کہی جارہی ہیں، حالانکہ جماعت اس سلسلے میں ایک واضح موقف رکھتی ہے اور تعمیری کردار ادا کرنا چاہتی ہے اور ایمرجنسی کے دور سے اس پر عمل پیرا ہے۔ انہوں نے جماعت کے سرگرم سیاست میں داخلے کی مخالفت کرنے والوں کو یاد دلایا کہ جو لوگ ڈیموکریسی اور سیکولرزم کے حوالے سے جماعت کو نشانہ بنارہے ہیں انہیں گاندھی جی کے خیالات کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ جنہوں نے پارلیمانی جمہوریت کو بانجھ زمین اور جمہوریت کو طوائف کہا تھا۔ اس موقع پر روزنامہ مادھیم کے ایڈیٹر او عبدالرحمٰن، سی آر نیل کانتی، کے کے زہرہ، سالیڈرٹی کے ریاستی صدر پی مجیب الرحمٰن وغیرہ نے بھی خطاب کیا۔

آئیٹا کا ریاستی مشاورتی اجلاس ٧/٨ر فروری کو ناگپور میں

ناگپور- آل انڈیا اسلامک ٹیچرس ایسوسی ایشن کی ریاستی مشاورتی کونسلوں کا کل ہند اجلاس ٧/٨ر فروری کو مرکز اسلامی، جعفر نگر پولیس لائن، تاکلی کے پیچھے، ناگپور میں منعقد ہوگا۔ اجلاس میں دستوری ترمیمات، دوسالہ میقاتی منصوبہ بندی اور دیگر امور پر غور وخوض کے علاوہ ملک کا تعلیمی نظام، تنظیمی اساتذہ، مسلم اساتذہ کا کردار جیسے اہم موضوعات پر لیکچرس کا بھی اہتمام کیا جائے گا۔ تفصیلات کے لئے 071-22581313، 09308657709, 09822359065 پر رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

وینزویلا اور بولیویہ نے اسرائیل سے سفارتی تعلقات توڑ لئے

یروشلم- ایک جانب اسرائیل کی فلسطین میں جارحیت کو تین ہفتے سے زائد عرصہ ہوچکا ہے اور اسرائیل نے فلسطین میں قتل عام کا سلسلہ روکا نہیں ہے۔ وہیں عالم اسلام کی جانب سے کوئی ٹھوس کارروائی نہیں ہورہی ہے۔ اس دوران ایک غیر مسلم ملک وینزویلا نے پہلے اسرائیلی سفیر کو ملک بدر کرکے اور اب اسرائیل سے سفارتی تعلقات توڑنے کا اعلان کر کے ان چند مسلم ممالک کے منہ پر طمانچہ مارا ہے، جو اظہار تشویش یا بیانات جاری کرنے تک اپنے آپ کو محدود کئے ہوئے ہیں۔ وینزویلا کے صدر ہوگو شاویز کے حامی ملک بولیویہ نے بھی ٦ر جنوری کو اسرائیل کے سفیر کو ملک بدر کردیا تھا۔ اس فیصلے کے بعد لاطینی امریکی ملک بولیویہ کے سوشلسٹ صدر ایموراس فلسطینیوں کی نظروں میں ہیرو بن گئے۔

ہولوکاسٹ پر عرب رہنماؤں کی خاموشی افسوسناک

تہران- ایران کے صدر محمود احمدی نژاد نے فلسطینیوں کے خلاف اسرائیلی بربریت پر عرب رہنماؤں کی خاموشی پر انہیں آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے کہا کہ ان میں سے بعض غزہ پر اسرائیلی حملوں کی حمایت بھی کررہے ہیں۔ اسرائیلی جارحیت پر مقتدر عرب رہنماؤں کی خاموشی پر شدید تنقید کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ان رہنماؤں کی خاموشی اسرائیل کی حمایت کررہی ہے۔ ایران عرب ملکوں پر یہ الزام لگا تا رہا ہے کہ وہ اسرائیلی حملوں کو روکنے کے لئے خاطر خواہ اقدامات نہیں کررہے ہیں لیکن صدر احمدی نژاد نے سعودی عرب کے شاہ عبداللہ کے نام اپنے خط میں کافی سخت لہجہ اختیار کیا ہے۔ جب بعض عرب اور مغربی ملکوں نے حماس کو تنہا کرنے کی کوشش کی تب ایران نے اس اسلامی گروپ کی عوامی طور پر حمایت کی۔ عرب تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ ایران نے ایسا عام عربوں کا دل جیتنے کی خاطر کیا ہے۔ احمدی نژاد نے لکھا ہے کہ بدقسمتی سے بعض علاقائی مسلم اور عرب ممالک فلسطینیوں کے قتل عام پر نہ جانے کن وجوہ کی بناء پر خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔

مسجد اشاعت اسلام میں خطبہ جمعہ

اہل ایمان کو حلال ذرائع اختیار کرنیکا پابند بنایا گیا ہے

نئی دہلی- ٩ر جنوری کو یہاں مسجد اشاعت اسلام میں امیر جماعت اسلامی ہند مولانا سید جلال الدین عمری نے حاضرین جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے دین ودنیا کے باہمی تعلق پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ ایمان کے بعد اللہ کی عبادت انسان کی زندگی میں سب سے مقدم ہے لیکن اس سے فارغ ہونے کے بعد فکر معاش کی تعلیم بھی قرآن نے دی ہے اور اپنی جائز ضروریات کی تکمیل اور بیوی بچوں کی پرورش کے لئے جدوجہد کو کار ثواب بتایا ہے اور اس سلسلہ میں اللہ کے احکام وہدایات کی پیروی کرنے اور حلال ذرائع اور طریقے اختیار کرنے کا اسے پابند بنایا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر زندگی اللہ کے احکام و ہدایات سے خالی ہو تو من مانے طریقے پر خدا سے باغیانہ زندگی گزار کر انسان خواہ دنیوی ترقی کے کتنے منازل کیوں نہ طے کرلے۔ آخرت میں وہ تہی دامن ہوگا اور جہنم کا ایندھن بنے گا۔ وہ لوگ بھی تہی دامن ہوں گے اور ان کے پلے کچھ نہ ہوگا جنہوں نے خدا کے تصور اور اس کی رضا سے بے نیاز ہوکر نیک کام کئے ہوں گے مگر وہ آخرت کی میزان عمل میں بے وقعت ہوں گے۔

اس سیاق میں مولانا نے محترم نے نماز جمعہ کے تعلق سے اہتمام کرنے کی بطور خاص تاکید فرمائی اور کہا کہ جمعہ کی اذان ہو تو سب کاروبار چھوڑ کر پہلی فرصت میں مسجد کا رُخ کرنا چاہئے اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوجانا چاہئے۔ نماز سے فارغ ہوکر آدمی معاشی جدوجہد کے لئے آزاد ہے بلکہ خود اللہ کی طرف سے اس معاشی جدوجہد کی تلقین کی گئی ہے۔ چنانچہ سورۂ جمعہ میں فرمایا: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب پکارا جائے نماز کے لئے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو، یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔''

امیر جماعت نے ان لوگوں کو آخرت کے عذاب سے چوکنا اور آگاہ کیا جنہوں نے دنیا اور اس کے عیش وآرام اور ساز وسامان حیات کے حصول ہی کو اپنا منتہائے مقصود قرار دے لیا ہے۔ ان کے بارے میں کہا کہ ایسے لوگوں کو اللہ دنیا ہی میں سب کچھ دے دیتا ہے مگر آخرت میں ان کے پلے کچھ نہیں ہوگا۔ انہوں نے ان لوگوں کی غلط فہمی بھی دُور کی جو خدا سے بے نیاز ہوکر دنیا میں من مانے طریقے سے زندگی گزار رہے ہیں اور جائز وناجائز اور حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر دنیا کے مزے لے رہے ہیں اور خلق خدا پر ظلم اور اس کا استحصال بھی کررہے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ہمارے لئے یہاں کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے بلکہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے۔ مولانا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں دنیا میں جو قاعدے قوانین اور اسباب رکھے ہیں اسے خواہ کوئی کیسے بھی استعمال کرے، اس کا ہاتھ نہیں پکڑا جائے گا۔ البتہ آخرت میں وہ ناکام ونامراد ہوگا۔ اس کے برعکس جنہوں نے اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری اور اس کی رضا جوئی میں زندگی گزاری ہوگی ان کے لئے جنت الفردوس کے دروازے کھلے ہوں گے جہاں ان کی ضیافت وپذیرائی اور لطف ولذت کا ہر سامان موجود ہوگا۔ (مرتبہ: عبدالحق فلاحی)

مرکز کا ہفتہ وار پروگرام

رسوم کے بجائے واقعۂ کربلا کی روح کو سمجھنے کی ضرورت ہے

نئی دہلی- ١٠ر جنوری کی شام مرکز جماعت اسلامی ہند میں جناب محمد اقبال ملا سکریٹری جماعت اسلامی ہند (شعبہ دعوت) نے شہادت امام حسین کے موضوع پر منعقدہ ہفتہ وار پروگرام میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ یوم عاشورہ کے نام پر مروجہ رسوم سے واقعہ شہادت کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں، ضروری تو اس بات کی تھی کہ سماج میں اسے مثبت اور تعمیری رُخ دیا جاتا اور اس کے ذریعہ اصلاح معاشرہ کا کام لیا جاتا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ واقعہ کربلا کے تعلق سے مجالس عزاء وغیرہ میں جو کچھ بھی بیان کیا جاتا ہے اس سے یہ ہرگز نہیں محسوس ہوتا کہ کس مقصد کے لئے نواسۂ رسول حضرت امام حسین نے جان دی تھی اور اپنے کنبہ کے (٧٢) افراد کی جانوں کا نذرانہ پیش کیا تھا۔ حضرت حسینؓ نے اس صحیح تصور دین کو بچانے کی کوشش کی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین نے قائم کیا تھا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے اپنے خاندان کو بھی قربان کردینا گوارا کیا مگر اسلامی نظام حکومت کو پٹری سے اُترتے دیکھنا گوارا نہ کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ بیٹے کی نامزدگی کے ذریعہ موروثی نظام حکومت کی قبیح رسم پڑ رہی ہے جو اس دین کی چولیں ہلا کر رکھ دے گا جس میں معروف ومنکر کا امتیاز ختم ہوجائے گا۔ انہوں نے کہا کہ یزید کی جانشینی اور اس کی جبری بیعت کے بعد ایک وقت ایسا آیا جب معروف کی دعوت دینے والے اور حکومت کی غلط پالیسیوں پر تنقید کرنے والے گوشہ گیر ہوگئے۔ انہوں نے اس موقعہ پر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت کے مثالی اور ایمان افروز واقعات اور پالیسیوں سے یزید کے دور حکومت کا موازنہ کیا اور کہا کہ ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ حضرت حسینؓ کی زندگی سے سبق لیتے ہوئے دین میں مروج غلط تصورات کی جگہ صحیح تصور دین کو عام کیا جائے۔

قانونی معلومات پر ورکشاپ

بیجاپور- جماعت اسلامی ہند بیجاپور کی جانب سے ٤ر جنوری کو ایک روزہ ورکشاپ برائے قانونی معلومات کا انعقاد کیا گیا جس میں ایف آئی آر، چارج شیٹ اور رائٹ ٹو انفارمیشن ایکٹ ٢٠٠٥ء وغیرہ سے متعلق ضروری معلومات فراہم کی گئیں۔ اس ورکشاپ میں جناب ہاشم والیکر صدر حقوق انسانی بنگلور، ایڈوکیٹ بشیر الزماں لاہوری، جناب محمود قاضی اور جناب محمد یوسف کنی وغیرہ نے اظہار خیال کیا۔

بنام ارکان یوپی مغرب

جناب محمد عبدالغنی خان صاحب بریلی کی رحلت اور مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب علی گڑھ کے جماعتی رکنیت سے مستعفی ہونے کی وجہ سے علاقائی بنیاد پر مجلس نمائندگان اور حلقے کی مجلس شوریٰ کی دو دو نشستیں خالی ہوگئی ہیں۔ جنہیں پُر کرنے کے لئے ارکان حلقہ کی رائیں مطلوب ہیں۔ براہ کرم دستور جماعت میں درج مطلوبہ صفات کی متعلقہ دفعات کو ملحوظ رکھ کر آپ اپنی رائیں اس طرح ارسال فرمائیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ ١٥ر فروری ٢٠٠٩ء تک لازماً مرکز کو موصول ہوجائیں۔ واضح ہو کہ اس کے بعد موصول ہونے والی رائیں شمار نہیں کی جاسکیں گی۔ **نوٹ:** (١) ذیل میں مجلس نمائندگان اور مجلس شوریٰ کے ارکان کی فہرست درج ہے، ان میں سے کسی کے حق میں رائے نہ دیں۔ (٢) دونوں مجالس کے لئے اپنی رائے الگ الگ کاغذ پر تحریر فرمائیں۔ (٣) لفافے کے اوپر ''خفیہ انتخاب مجلس نمائندگان وشوریٰ'' نمایاں طور پر ضرور تحریر کیا جائے۔

فہرست موجودہ ارکان مجلس نمائندگان

(١) جناب محمد احمد	١
(٢) ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی	٥٧٧
(٣) مولانا محمد یوسف اصلاحی	١٧٨
(٤) مولانا صفدر سلطان اصلاحی	٥٧٣
(٥) جناب احسن مستقیمی	٢
(٦) جناب حافظ منصور عالم	٥٤
(٧) مولانا رضی الاسلام ندوی	٥٧٥
(٨) جناب محمد نعیم	٥
(٩) مولانا سراج الدین ندوی	٣١٣

فہرست موجودہ ارکان مجلس شوریٰ

(١) جناب احسن مستقیمی	٢
(٢) مولانا محمد یوسف اصلاحی	١٧٨
(٣) ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی	٥٧٧
(٤) مولانا صفدر سلطان اصلاحی	٥٧٣
(٥) جناب حافظ منصور عالم	٥٤
(٦) جناب عبدالغفار صدیقی	٢٨٧
(٧) مولانا رضی الاسلام ندوی	٥٧٥
(٨) جناب محمد نعیم	٥
(٩) مولانا سراج الدین ندوی	٣١٣
(١٠) مولانا عتیق الرحمٰن اصلاحی	٣
(١١) جناب محمد داؤد	٢٩١

قیم جماعت از مرکز

١٥ر جنوری ٢٠٠٩ء

قرآن کریم اور تخلیق آدم و کائنات (۲)

مرزا اسجان بیگ، بھوپال

یہ دو آیات ہی کافی ثبوت ہیں اس حقیقت پر کہ اللہ نے انسان اور کائنات کی تخلیق براہ راست کی اور آناً فاناً کی۔ چند اور مثالیں ملاحظہ ہوں:

☆حضرت حوّا کا پیدا کیا جانا۔ حوّا کی پیدائش میں تو پانی، مٹی گارے کو دخل ہے اور نہ ہی نطفے کو۔ ”اے انسانو! ڈرو اپنے رب سے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بکثرت مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیئے۔“ (نساء:۱) ”اُس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر وہی ہے جس نے اُس جان سے اس کا جوڑا بنایا۔“ (الزمر:۶)

☆عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، آدم علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں مشترک اور مشابہ جو چیز ہے وہ ہے روح اور ”کن فیکون“ نہ کہ خلیہ یا مٹی جیسا کہ موصوف کا خیال ہے۔

☆عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات، آل عمران، ۴۹ میں ارشاد ہے: ”میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندے کی صورت کا ایک مجسمہ بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں۔ وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں اور مردے کو زندہ کرتا ہوں۔“

☆ابراہیم علیہ السلام کا ایمان بالشہادۃ ۔ البقرہ ۲۶۰: فرمایا (ابراہیم علیہ السلام سے) اچھا تو چار پرندے لے اور ان کو اپنے سے مانوس کرلے۔ پھر ان کا ایک ایک جز ایک پہاڑ پر رکھ دے۔ پھر ان کو پکار، وہ تیرے پاس دوڑے چلے آئیں گے۔ خوب جان لے اللہ نہایت بااقتدار اور حکیم ہے۔“

☆قوم بنی اسرائیل کے لوگوں پر دنیوی عذاب ، اُنہیں بندر بنادیا جانا۔ البقرہ-۶۵، الاعراف ۱۶۶: ”پھر تمہیں اپنی قوم کے ان لوگوں کا قصہ تو معلوم ہی ہے جنہوں نے سبت کا قانون توڑا تھا۔ ہم نے انہیں کہہ دیا کہ بندر بن جاؤ اور اس حال میں رہو کہ ہر طرف تم پر دھتکار پھٹکار پڑے۔“ ”پھر جب وہ پوری سرکشی کے ساتھ وہی کام کئے چلے گئے جس سے انہیں روکا گیا تھا، تو ہم نے کہا کہ بندر ہو جاؤ ذلیل وخوار۔“

☆معراج کا واقعہ: تمام گزشتہ انبیاء کا وجود ان سے حضور کی ملاقاتیں اور گفتگو نماز میں ان کی امامت کرنا، دوزخ کے مناظر اور دوزخیوں کو دیکھنا۔ یہ سب رات کے محض ایک حصے میں۔ دیگر واقعات: وقت، زمان ومکان اور مادی ذرائع ووسائل سے ماورا۔

☆حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دریا میں عصا ڈالتے ہی بیچ دریا کے خشک راستہ بن جانا، آپ کا اپنے ساتھیوں سمیت بہ سلامت دریا کے پار نکل جانا، اور پھر مع لشکر کے فرعون کا بیچ دریا میں پہنچتے ہی دریا کے پانی کا دوبارہ مل جانا اور اس کا غرقاب ہوجانا، اور آج تک فرعون کی لاش (بے جان مواد ارضی سے بنایا گیا بے جان جسم) کا باقی رہنا۔

☆سلیمان علیہ السلام کے ایک درباری کا سیکڑوں میل دور واقع ملکہ سبا کے محل میں نصب تخت کو اپنی جگہ سے ہلے بغیر ایک لمحے سے بھی کم کے اندر سلیمانؑ کے سامنے پیش کردینا۔

☆حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج کا سفر: صرف رات کے ایک حصے کے اندر، کھربوں بلکہ لاتعداد نوری سالوں کا فاصلہ۔ صرف جانا آنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات وگفتگو انبیاء کرام سے ملاقاتیں وگفتگو، نمازیں پڑھنا پڑھانا اور دوزخ اور اس کے مناظر دیکھنا وغیرہ یہ سب۔

☆شیر خوار بچے اسماعیل علیہ السلام کے پیروں کی رگڑ سے چشمہ آب زمزم کا جاری ہوجانا اور آج تک جاری رہنا۔

مثالیں اور بھی بہت سی دی سکتی ہیں ان واضح حقائق پر اگر موصوف نظر ڈالتے یا نظر انداز نہ کرتے تو وہ اپنے باطل نظریے کو قرآن کے سر منڈھنے کی جسارت نہ کرتے اور نہ حق کا اس طرح مذاق اڑاتے کہ ”دراصل گارے اور تخلیق کا نام آتے ہی مجسمہ کا نقشہ ذہن میں بنتا ہے اور ”کن“ سے یہ تصور بنتا ہے کہ یہ عمل بغیر وقت لئے آناً فاناً میں اس طرح مکمل ہوگیا جیسے کہ پھونکا جاتا ہے۔“

موصوف چونکہ متشابہات کے درپے ہوگئے جس سے کہ قرآن نے منع کیا ہے، اس لئے وہ کہیں الفاظ کے پیچوں میں تو کہیں تقریب فہم کے لئے استعمال کئے گئے زبان وبیان کے پیچوں میں اُلجھ گئے۔ اسی طرح اللہ کے تخلیقی عمل کے پیچھے میں کہ ہر جاندار (انسان ہو یا حیوان) کی تخلیق اوّل اور پھر اس سے آگے کی نسل کا سلسلہ تاقیامت جاری رکھنے کے عمل تخلیق کو گڈمڈ کردیا۔ اسی طرح کائنات کی تخلیق اوّل اور پھر تاقیامت اسے جاری اور قائم رکھنے کے عمل تخلیق کو گڈمڈ کردیا۔ جب کہ تخلیق اوّل ”کن“ کے تحت براہ راست آناً فاناً عمل میں آئی اور بعد کی تخلیق جس کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، اللہ ہی کے بنائے ہوئے کچھ قوانین وضوابط، جنہیں قوانین طبعی کہا جاتا ہے، کے تحت ہوتی رہے گی۔ اور پھر قیامت کے روز یہ قوانین طبعی بھی اللہ لپیٹ کر رکھ دے گا اور اپنے ”کن“ کے تحت ایک لمحے کے اندر سارا نظام کائنات درہم برہم کرکے تمام جانداروں کو ہلاک کردے گا (پہلا صور) ۔اور پھر اللہ جب چاہے گا ”کن“ ہی کے تحت ایک لمحے میں اوّل تا آخر تمام انسانوں کو جوں کا توں جلا اٹھائے گا اور ایک دوسرا نظام نئی صورت اور نئے قوانین کے ساتھ قائم فرمائے گا۔ (دوسرا صور)۔ بلاشبہ قانون طبعی کے تحت ہونے والے عمل کے لئے وقت درکار ہوتا ہے لیکن یہ وقت بھی اللہ ہی نے مقرر کیا ہے۔ قوانین طبعی کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ ان کے سامنے وہ مجبور نہیں ہے، وہ جب چاہے انہیں لپیٹ کر رکھ دے اور جب جیسا چاہے ویسا کرے۔ اوپر مثالیں دی جاچکی ہیں۔ چنانچہ موصوف نتیجتاً حقیقت سے قریب تر ہونے کے بجائے دور ہوگئے، اتنے دور کہ مادّی ومرئی وجود کی طرح ”روح“ کا تجزیہ کرنے اور اس کی ماہیت وصورت معلوم کرنے لگ گئے۔ جسے آج تک کوئی جان نہیں سکا اور نہ کبھی جان پائے گا۔ نیز قیامت کے واقع ہونے اور دوسرا نیا نظام کائنات قائم ہونے کی بھی سائنسی توجیہ کرڈالی کہ وہ بھی اللہ کے ارادے اور منصوبے کے تحت براہ راست اور یکایک نہیں ہوگا بلکہ ستاروں وسیاروں کی طبعی موت ہوگی، حتیٰ کہ آخرت میں تشکیل پانے والے نظام کی حقیقت بھی بتادی ہے کہ وہ کب اور کیسے وجود میں آئے گا۔ دوزخ کونسے سیارے پر ہوگی اور جنت کس سیارے پر۔ وہ تو بس وہی نظام شمسی ہوگا جو اسی سے طبعاً پیدا ہوگا۔ کیونکہ سائنسی اصولوں کے مطابق ہر ستارے یا سورج میں موجود توانائیاں جب تک متوازن رہتی ہیں سورج قائم رہتا ہے۔ جب وہ غیر متوازن ہوجاتی ہیں تو سورج اور اس کے سیاروں کی موت ہوجاتی ہے۔ پھر سورج کے بچے ہوئے مادے میں موجود گیس سے کھربوں سال کے بعد نیا سورج اور سیارے (زمین وغیرہ) پیدا ہوتے ہیں۔ تو کائنات میں ستاروں کی تخلیق وفنا کا یہ عمل جاری ہے۔ اسی کے تحت کسی وقت ہمارے اس نظام شمسی کی موت واقع ہوگی۔ پھر کھربوں سال بعد وہی نظام شمسی دوبارہ وجود میں آئے گا۔ سورج سے قریب ترین سیارے پر دوزخ ہوگی اور جس سیارے پر سورج کی تپش کم ہوگی وہاں جنت ہوگی۔ اس مفروضے سے ایک اور مفروضہ موصوف نے یہ قائم کیا کہ چونکہ نظام شمسی کے تباہ ہونے اور دوبارہ زمین کی تخلیق کے درمیان کھربوں سال کا وقفہ درکار ہے اس لئے گارے سے انسان کا پتلا بنا کر براہ راست تخلیق کیا جانا نرا قیاس ہے۔ اور مرنے کے بعد اسے دوبارہ اس زمین سے بنا کوئی وقت لئے براہ راست نکالا یا پیدا کیا جانا بھی نرا قیاس ہے۔ یعنی تخلیق، فنا اور اعادے کا پروسس تو کھربوں سالوں کی مدت اور متعدد مدارج ومراحل کا طالب ہے اور ان سب سے اللہ تعالیٰ بھی بے نیاز نہیں ہے۔ نعوذ باللہ۔

بہرحال موصوف کا یہ نظریہ تخلیق قرآن اور اسلام کے بالکل متغائر ہے۔ البتہ الحاد وشرک پر مبنی نظریات وعقائد کو ضرور تقویت بہم پہنچاتا ہے۔

جیسا کہ ابتدا میں عرض کیا گیا، موصوف کا قرآن اور سائنس دونوں کا مطالعہ ناقص ہے اور ان سے استفادہ بھی ناقص ہے۔ سائنسدانوں کے درمیان جو نظریہ زیادہ مقبول ہے وہ یہ ہے کہ یہ کائنات یک لخت ایک ہی تخلیقی انفجار Explosion سے وجود میں آئی تھی نہ کہ کسی طویل تدریجی عمل سے۔ اس کا سارا مادۂ تخلیق یکجا، انتہائی کثافت اور انتہائی حرارت کی حالت میں تھا اور ابھی اس کی عمر پانچ منٹ کی تھی کہ ایک عظیم انفجار سے وہ پھٹی، تیس منٹ کے اندر اندر تمام کیمیاوی عناصر پیدا ہوگئے اور پھر اس مادے سے بے شمار فلکی نظام بنے۔ گویا سائنس قرآن میں بیان کردہ اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے کہ ”ہمیں کسی چیز کو وجود میں لانے کے لئے اس سے زیادہ کچھ کرنا نہیں ہوتا کہ اسے حکم دیں ”ہوجا“ اور بس وہ ہوجاتی ہے۔“ (النحل:۴۰)

چند جدید ممتاز سائنسدانوں کے درج ذیل خیالات واحساسات بھی موصوف کو دعوت غور وفکر دیتے ہیں:

☆ارونگ ولیم نابلاخ (ایم اے پی ایچ ڈی ماہر علوم طبعی) ”سائنس کے پاس اس بات کا کوئی معقول جواب نہیں ہے کہ مادّے کے یہ چھوٹے چھوٹے ذرّات کیوں کر معرض وجود میں آئے۔ محض اتفاقات تو ان کے وجود کا سبب نہیں ہوسکتے۔ پھر سائنس اس معمے کو بھی حل کرنے سے قاصر ہے کہ ذرّات سے زندگی کیوں کر پیدا ہوگئی۔ سائنس بھی ایمان کے بغیر ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اس مذہب میں ہمیں اپنے حواس، اپنے آلات اور اتفاقات پر ایمان لانا پڑتا ہے۔“

☆پروفیسر فرینک ایلن (ماہر حیاتیاتی طبعیات) ”پروٹین جو تمام ذی حیات خلیوں (Cells) کے لئے اجزائے لازم کی حیثیت رکھتے ہیں، خود ایک کیمیاوی شے ہے جس میں زندگی موجود نہیں ہوتی۔ اس میں زندگی کی حرارت تو جبھی پیدا ہوتی ہے جب اس کے اندر روح پھونکی جائے۔ صرف ایک عقل کل، ایک بے حد ونہایت ذہن یعنی خدا ہی یہ سوچ سکتا تھا کہ زندگی کی آماجگاہ بننے کے لئے اس طرح کا سالمہ موزوں ہوسکتا ہے، وہی اس سالمے کی تخلیق کرسکتا تھا اور وہی اسے زندگی بخش سکتا تھا۔“

☆میرٹ اسٹینلے کان ڈان (پی ایچ ڈی فلسفی وسائنسداں) ”سائنس ایک ایسا علم ہے جس کی بنیاد تجربے پر ہے، پھر بھی اس میں بشری خامیوں اور کوتاہیوں کا امکان ہے۔ سائنس صرف اپنے حدود عمل کے اندر ہی معقول ومدلل معلوم ہوتا ہے۔ یہ محض ظنی وتخمینی معلومات کی بنیاد پر ہی کسی حقیقت کی تشریح اور کسی واقعے کی پیش گوئی کرتا ہے۔ اس کی ابتدا وانتہا صرف قیاسیات ہوتے ہیں جہاں حزم ویقین کا کوئی گزر نہیں ہوتا اور اس کے اخذ کردہ نتائج بالخصوص اندازوں اور تناسبات میں تبدیلی بھی ہوتی ہے۔ سائنسی استنباط کبھی قطعی اور حتمی نہیں ہوتے اور سائنس داں ہمیشہ اپنی تحقیقات کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ اب کی معلومات کی بنا پر ہماری تحقیق یہ ہے۔ سائنس کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ خدا کے مظاہرۂ قدرت کے مطالعے اور مشاہدے کا دوسرا نام ہے۔“

☆ایڈورڈ لوتھر کیسل (ایم ایس سی پی ایچ ڈی، ماہر حیوانیات وحشرات): ”سائنس کی تحقیقات نے صرف یہی ثابت نہیں کیا کہ یہ کائنات ازلی نہیں اور اس کی ابتداء اور اس کا آغاز ہے بلکہ تازہ انکشافات یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اب سے تقریباً پچاس کھرب سال پہلے ایک تخلیقی دھماکے کے نتیجے میں آن واحد میں یہ کائنات تخلیق کی گئی ہے اور یہ عمل تخلیق گلے بندھے قوانین فطرت سے ماورا کسی طاقت کا کرشمہ ہے کیونکہ یہ قواعد فطرت تو خود کسی کی تخلیق کا نتیجہ ہیں۔ اسی ذات خالق کو ہم خدا کہتے ہیں۔ اس خالق حقیقی نے جب قدرتی مادے کو وجود بخشا اور مادے کے عمل کے لئے قواعد وضوابط معین کردیئے تو پھر اس نے اس مادّے کو اس مقررہ عمل کے ذریعہ تخلیق مسلسل میں لگادیا، ایک ایسا ارتقاء جو بتدریج نشوونما کے ذریعے ہوتا رہتا ہے۔ ارتقاء کا ایک اہم ذریعہ اور جز وفطرت کا عمل انتخاب ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے خود ارتقاء تخلیق کا ایک لازمہ ہے۔ یہ عمل انتخاب فطرت کے اہم ترین ضوابط میں سے ایک ہے اور دوسرے قوانین قدرت کی طرح یہ بھی علت ثانیہ کی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ اس کا بھی خالق خدا ہی ہے۔ اس لحاظ سے عمل انتخاب کے ذریعے جو انواع وجود میں آتی ہیں وہ بھی درحقیقت بالواسطہ خدا ہی کی تخلیق ہوتی ہیں کیونکہ فطرت کے عمل انتخاب کو بجائے خود یہ قدرت حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی شے کی اپنے طور پر تخلیق کرسکے۔ اس کا کام تو صرف اتنا ہے کہ وہ مخلوق میں سے کچھ کو نشوونما دے کر پروان چڑھائے اور کچھ کی نشوونما نہ کرے اور وہ ٹھٹھر کر ختم ہوجائیں۔ ہمیں ماننا پڑے گا کہ اس تخلیق اور اس کے قواعد وضوابط کے اندر گہری حکمت اور جامع عقل کارفرما ہے اور ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہیں کہ یہ ارتقاء کا نظام باقاعدہ مرتب کیا گیا ہے اور کسی بڑے حکیم ودانا کی یہ ساری کاری گری اور کارفرمائی ہے۔ سائنس میں ہم ارتقاء کی جو تدریج اور مراحل دیکھتے ہیں وہ سب بلاشبہ اُس صانع حقیقی کی کاری گری کے ادنیٰ مظاہر ہیں کیونکہ ارتقائے کائنات تو اس کے عمل تخلیق کا صرف ایک مرحلہ ہے۔“

☆والٹر آسکر لنڈ برگ (پی ایچ ڈی، ماہر عضویات وحیاتی کیمیا)

”سائنس کی ساری ترقیوں کے باوجود ابھی انسان کی رسائی اسرار کائنات کے مبادیات تک ہی ہوسکی ہے۔ ابھی اسے صرف یہ اندازہ ہوا ہے کہ نجوم وکواکب بے اندازہ وبے شمار اور خلا کی وسعتیں بے کراں ہیں۔ مادّہ اور توانائی کے بنیادی اجزا ناقابل بیان حد تک دقیق ہیں اور انسان کی اپنی زندگی کائنات کی رفتار وقت کے مقابلے میں ایک سیکنڈ کا کروڑواں حصہ بلکہ اس سے بھی کئی کم ہے۔ اور توانائی وسعت اور وقت کے نہ جانے کتنے پیمانے اور مظاہرے ایسے ہیں جن میں سے کچھ کا وہ ایک دھندلا سا تصور کرنے کے قابل ہورہا ہے۔ لیکن بیشتر کا ابھی وہ تصور بھی نہیں کرسکتا۔ وہ زندگی کو ایک حقیقت کی حیثیت سے تو دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے لیکن ابھی اس کی سائنٹیفک اصل وحقیقت کو نہیں پاسکا۔“

☆ایڈون فاسٹ (ماہر طبعیات)

”ہمارے محدود اذہان جب وقت کی ابتدا کے متعلق غور کرتے ہیں تو ان کا خیال ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی نقطے سے اس کا آغاز ضرور ہوا ہوگا۔ وہ اس نقطۂ آغاز کو ضروری چیز خیال کرتے ہیں جب مادّے کے اجزائے ترکیبی پہلی مرتبہ پیدا کئے گئے ہوں گے اور ان طبعیاتی موجودات کی ساخت میں آفرینش سے وہ خواص پیدا ہوئے ہوں گے جو ان کے رویے کا تعین کرتے ہیں۔ وہ سبب جس نے ان جواہر کو پیدا کیا منطقی طور پر اسی نے ان کے خواص کا تعین کردیا۔ اگر صدیوں کی کاوش کے بعد سائنس دانوں میں کچھ عقل پیدا ہوچکی ہے اور ان کے روشن ترین دماغ کچھ سیکھنے کا گُر سمجھ سکے ہیں اور کائناتی پیچیدگیوں پر انہوں نے غور کیا ہے۔

مختلف موجودات کے ظہور اور رویے پر ان کی نظر ہے تو وہ یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوں گے کہ اس واحد کا ذہن جس نے ان چیزوں کو ابتداءً پیدا کیا آج تک کے پیدا شدہ اذہان کی مجموعی قدر سے کئی گنا زیادہ ہے۔ آج کل کے بہترین متوازن دماغ اس چیز کو بڑی آمادگی سے تسلیم کریں گے کہ انسان ابھی تک یہ بھی نہیں سمجھ سکا کہ مظاہر فطرت کے متعلق اس کو کیا معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔“

لیکن موصوف تو سائنس کے مفروضوں وتخمینوں کو حتمی اور ثابت شدہ حقائق مانتے ہیں نیز اُنہیں یا ان سے اپنے اخذ کردہ غیر معقول وغیر سائنٹیفک نتائج کو اور ان کی بنا پر اپنے مجبور نظریے کو قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُنہیں معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن کو اپنے افکار وخیالات کی تائید کے لئے استعمال کرنے یا قرآن کے پیچھے چلنے کی بجائے اسے اپنے پیچھے چلانے کے نتیجے میں سوائے گمراہی کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ قرآن کے ساتھ ایسا سلوک کرنے والوں ہی کے متعلق قرآن نے کہا: یضل بہ کثیراً۔ (البقرہ:۲۶)

(ختم شد)

”سائنس کے پاس اس بات کا کوئی معقول جواب نہیں ہے کہ مادّے کے یہ چھوٹے چھوٹے ذرّات کیوں کر معرض وجود میں آئے۔ محض اتفاقات تو ان کے وجود کا سبب نہیں ہوسکتے۔ پھر سائنس اس معمے کو بھی حل کرنے سے قاصر ہے کہ ذرّات سے زندگی کیوں کر پیدا ہوگئی۔ سائنس بھی ایمان کے بغیر ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اس مذہب میں ہمیں اپنے حواس ،اپنے آلات اور اتفاقات پر ایمان لانا پڑتا ہے۔“

محسنِ دہر ہیں، احسان ہے سب پران کا

ان کی قسمت ہے، مقدر ہے مقدر ان کا
ورفعنالک ذکرک تو ہے قول فیصل
راحت جاں بھی ہے، آسودگی دل بھی ہے
میں نے ان جاگتی آنکھوں سے نہیں دیکھا انہیں
ایک دنیا کو کیا خلق حسن سے تسخیر
تھا جو دل میں، وہی لب پر بھی، عمل میں بھی وہی
ان کی بعثت سے ملا سب کو نشان منزل
جاں نثارانِ محمدؐ کی ہے یہ خوش بختی
ظلمتیں چھٹ گئیں، روشن ہوا گوشہ گوشہ
اے خدا سائرِ عاصی کو عطا کر موقع

ذکر کرتے ہیں شب وروز جو اکثر اُن کا
نہ ہوا کوئی، نہ ہوگا کوئی ہمسر ان کا
ہے نگاہوں میں مری روضۂ اطہر ان کا
ہے تصور میں مگر چہرۂ انور ان کا
یہی ہتھیار تھا ان کا، یہی لشکر ان کا
ایک ہی جیسا تھا پس منظر ومنظر ان کا
محسنِ دہر ہیں، احسان ہے سب پر ان کا
آسماں ان کا، زمیں ان کی سمندر ان کا
نور ہی نور ہیں وہ، نور کا پیکر ان کا
چوم لے آنکھوں سے وہ روضۂ اطہر ان کا

حسنین سائرؔ، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

گوانتانامو بے کے قیدیوں کو آسٹریلیا میں پناہ

سید عتیق الحسن (سڈنی)

امریکہ کے نومنتخب صدر باراک اوباما نے جنوری میں اقتدار سنبھالنے کے بعد اپنے ایجنڈے کو عملی جامہ پہنانے کے سلسلے میں دہشت گردی کے الزام میں پچھلے چھ سالوں سے کیوبا کے جزیرے گوانتانامو بے میں قیدلوگوں کو رہا کرنے کے بعد مختلف ممالک کے حوالے کرنے کے سلسلے میں رابطے شروع کردیئے ہیں۔

وزیر اعظم آسٹریلیا کیون رڈ نے کہا ہے کہ گوانتانامو بے کے قیدیوں کی رہائی کے بعد انہیں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر آسٹریلیا میں پناہ دینے سے متعلق فیصلہ انفرادی کیس کی بنیاد پر کیا جائے گا۔ وزیر اعظم کیون رڈ کے سرکاری ترجمان نے ایک پریس ریلیز میں اعلان کیا ہے کہ واشنگٹن نے آسٹریلوی حکومت سے گوانتانامو بے کی جیل میں قیدلوگوں کی رہائی کے بعد ان کو آسٹریلیا میں مستقل پناہ دینے کی درخواست کی ہے۔

ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ کے نئے بننے والے صدر باراک اوباما نے فیصلہ کیا ہے کہ گوانتانامو بے کے قید خانوں کو اگلے دوسال میں مکمل بند کردیا جائے گا۔ اس وقت بھی گوانتانامو بے کے کیمپوں میں ۲۵۰ سے زیادہ لوگ قید کاٹ رہے ہیں۔ گوکہ ان لوگوں کو افغانستان سے قید کرکے گوانتانامو بے میں لایا گیا تھا مگر ان لوگوں کی قومیت کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ بہت سے قیدی ایسے بھی ہیں جو کہ واپس افغانستان جانے کے لئے تیار نہیں ہیں اور نہ ہی اپنی قومیت ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق اس وقت ۶۰ قیدی گوانتانامو بے میں ایسے ہیں جن کو امریکی فوجی عدالت نے بے قصور ثابت کردیا ہے مگر امریکی انتظامیہ کے لئے مسئلہ یہ ہورہا ہے کہ ان کو رہا کرکے کہاں بھیجا جائے۔

امریکی انتظامیہ کے لئے ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کو رہا کیا جاتا ہے تو ان کو کہاں رکھا جائے گا۔ آسٹریلیا کی وزارت خارجہ کے اعلان کے مطابق امریکہ نے آسٹریلیا سمیت ۱۰۰ کے قریب ممالک کو ایک خط کے ذریعے درخواست کی ہے کہ گوانتانامو بے کی جیل میں قیدلوگوں کو رہا ہونے کے بعد انسانی ہمدردی کی بنا پر ان کے ملکوں میں مستقل رہائش کے لئے قبول کرلیا جائے۔ سوائے چند مغربی ممالک کے۔ مثبت جواب دینے والوں میں جرمنی اور پرتگال شامل ہیں۔ سیاسی مبصرین کی رائے ہے کہ ان بدقسمت لوگوں کو رہائی ملنے کے بعد بھی شاید کوئی زمین نہ مل سکے کیونکہ کوئی بھی ملک یہ ذمہ داری قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو، چونکہ امریکہ ان لوگوں کو افغانستان سے قید کرکے لایا تھا۔ لہٰذا اگر کوئی ملک ان لوگوں کو بخوشی قبول نہیں کرتا تو امریکی انتظامیہ کے پاس صرف دو ہی راستے ہوں گے یا تو ان لوگوں کو افغانستان کے حوالے کردیا جائے یا پھر امریکہ میں مستقل سکونت دے دی جائے۔

آسٹریلوی حکومت کے ترجمان نے کہا ہے آسٹریلوی حکومت کی غیر ملکی باشندوں کو آسٹریلیا میں مستقل سکونت دینے کے صاف اور سیدھے قانون اور قاعدے ہیں۔ لہٰذا امریکہ کی درخواست پر آسٹریلوی حکومت ان لوگوں کی درخواست پر انفرادی طور پر غور کرے گی، ناکہ اجتماعی طور پر تمام لوگوں کو ایک ساتھ قبول کیا جائے گا۔

آسٹریلیا کی تیسری بڑی سیاسی قوت گرین پارٹی کی ایک مضبوط سینیٹر راشیل سیورٹ نے گوانتانامو بے کے قیدیوں کی رہائی سے متعلق ایک بیان میں کہا ہے کہ گوانتانامو بے کے قید خانے چونکہ امریکہ کی پیداوار ہیں اور وہاں پر قید لوگ بھی امریکہ کا ہی ایک طرفہ عمل تھا لہٰذا ان لوگوں کو اب امریکہ کی مستقل سکونت دے کر ایک عام اور آزاد شہریوں کی طرح زندگی گزارنے کا موقع دینا چاہئے۔ سینیٹر راشیل نے کہا کہ گرین پارٹی نے

باقی صفحہ ۵ پر

حماس کی تباہی اور مسلم حکمرانوں کی خاموشی

سید راشد حسین
سعودی عرب

عرب حکمران حماس اور حزب اللہ جیسی تنظیموں کی پسپائی چاہتے ہیں۔ اسے کیا کہا جائے کہ جب بھی عرب حکمرانوں کو کسی امتحان کا سامنا ہوتا ہے یا تو ان کے اعصاب جواب دینے لگتے ہیں یا پھر ان پر ایران کا بھوت سوار ہوجاتا ہے۔ اب جب غزہ کے باشندگان زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے ہیں تو صورتحال کچھ بہت زیادہ مختلف نہیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عرب حکمرانوں کی پراسرار خاموشی خطے میں چہ میگوئیوں کا سبب بن رہی ہے، عرب حکمرانوں پر ہر طرف سے انگلیاں اٹھ رہی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مغرب نواز عرب حکمرانوں کے سامنے خطے میں ایران کا ہوا اسرائیل سے بڑا مسئلہ ہے۔

جب ۲۰۰۶ء میں لبنان میں اسرائیل اور حزب اللہ کے درمیان جنگ چھڑی تو ابتداء میں عرب حکومتوں نے ساری ذمہ داری حزب اللہ پر ڈال دی۔ یہ الگ بات ہے کہ عوامی ردعمل نے انہیں بعدازاں اپنا رویہ تبدیل کرنے پر بڑی حد تک مجبور کردیا۔

اس سے قبل ۲۰۰۳ء میں جب امریکہ اور برطانیہ نے صدام کی فوجوں پر چڑھائی کی تو بھی عرب حکمرانوں کا رویہ کچھ مختلف نہ تھا۔ عراق پر حملے کو بہت سے عرب لیڈروں کی درپردہ حمایت حاصل تھی۔ اور اب ایسے وقت جب اسرائیل حماس کی تھوڑی بہت طاقت کو بھی کچلنے پر مصر نظر آتا ہے عرب حکمرانوں کو اسرائیل کے ہدف میں ہی اپنی عافیت نظر آتی ہے۔

مبصرین کے مطابق عرب حکمرانوں کی نظر میں حماس ایران کے زیر اثر ہے اور اگر حماس اپنے پیر جمانے میں کسی حد تک کامیاب ہوجاتی ہے تو اس کا لازمی نتیجہ ایران کے اثرات میں اضافہ ہوگا۔ چنانچہ کہا یہ جارہا ہے کہ عرب حکمران حماس اور حزب اللہ جیسی تنظیموں کی ہرحال میں پسپائی چاہتے ہیں اور اس کے لئے ہر قیمت ادا کرنے کو تیار بھی نہیں۔

عرب حکمرانوں کی خاموشی کے اثرات عرب اور اسلامی تنظیموں پر بھی پڑ رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں جب اسرائیل کے حملے شروع ہوئے اور بعض عرب لیڈروں نے عرب لیگ کے سربراہی اجلاس کی مانگ کی تو یہ کوشش کامیاب نہ ہوسکی۔ بعض لیڈروں کا موقف تھا کہ جب تک خود فلسطینی اپنے اندر اتحاد پیدا نہیں کرتے اس وقت تک سربراہی اجلاس کا کوئی فائدہ نہیں۔ چنانچہ عرب لیگ اب ایک خاموش تماشائی نظر آتی ہے۔ اور دوسری طرف مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم ارگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کا حال بھی کچھ مختلف نہیں ہے۔ اس ہفتے کے اوائل میں جب تنظیم کا ایک ہنگامی اجلاس جدہ میں ہوا تو وہاں بھی بات مذمتی قرارداد سے آگے نہ بڑھ سکی اور اسے بھی متوازن اور تمام شرکاء کے لئے قابل قبول بنانے کے لئے اس بات کو ضروری سمجھا گیا کہ اس سے یہ بات واضح ہوجائے کہ جنگ شروع کرنے کی ذمہ داری سے حماس بالکل مبرا نظر نہ آئے۔ ایران کی پیش کردہ سربراہی اجلاس کی تجویز سرد خانے میں رکھ دی گئی ہے کیونکہ شرکاء اس پر متفق نظر نہیں آتے۔

مصر کے کردار پر تو اب کھلے عام بات ہورہی ہے۔ یہ سوال بار بار اٹھایا جارہا ہے کہ مصر کس کے ساتھ ہے، اسرائیل وامریکہ کے ساتھ یا فلسطینیوں کے ساتھ؟

ادھر بعض حلقے حزب اللہ پر بھی سوالیہ نشانات کھڑے کر رہے ہیں۔ حزب اللہ کیوں دوسرا فرنٹ نہیں کھول رہی ہے۔ اس سوال کا جواب دینا مشکل ہے۔ بعض مبصرین یہ ضرور کہتے ہیں کہ اس وقت حزب اللہ زبانی جمع خرچ کے علاوہ بہت کچھ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ اس وقت وہ لبنان کو، جنگ میں دھکیلنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔

عرب عوام کی کیفیت قطعی مختلف ہے۔ عوام میں غصہ ہے۔ غیض وغضب ہے۔ عرب دنیا میں ہر جگہ مظاہرے ہورہے ہیں۔ حدتو یہ ہے کہ سعودی عرب جہاں مظاہروں کی قطعی اجازت نہیں وہاں سے بھی مظاہروں کی خبر آئی ہے اگرچہ حکومت نے اس کی بعد ازاں تردید بھی کی مساجد میں دعائیں مانگی جارہی ہیں۔ غزہ کے زخمیوں کے لئے ہسپتالوں میں خون کے عطیات جمع ہورہے ہیں۔ جگہ جگہ دفتروں میں اسکولوں میں بازاروں میں جامعات میں لوگ رضا کارانہ بنیاد پر عطیات جمع کررہے ہیں اور لوگ دل کھول کر عطیے دے رہے ہیں۔ عربوں کے دل خون کے آنسو رو رہے ہیں اور وہ حکومت کی مجبوریاں سمجھنے سے قطعی طور پر قاصر ہیں۔

اخبارات اور ٹی وی چینلز عوامی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے صفحہ اول پر دل دہلادینے والی تصویریں چھاپ رہے ہیں۔ دس دن گزر جانے کے باوجود اب بھی یہ صفحۂ اوّل کی سب سے بڑی خبر ہے۔ اور تمامتر کوششوں کے باوجود عرب عوام حماس اور حزب اللہ کو اپنا دشمن اور اسرائیل وامریکہ کو اس جنگ میں اپنا حلیف ماننے کو تیار نہیں۔

عوامی نظروں میں حماس عربوں کی جنگ لڑ رہی ہے اور وہ اس کی حمایت سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں۔ حزب اللہ کی ۲۰۰۶ء میں جنگ کو وہ عربوں کی فتح کہنے پر مصر ہیں۔ ایران عوام کا نہیں خواص کا مسئلہ نظر آتا ہے۔ حکمرانوں اور رعایا کے درمیان ایک وسیع خلیج نظر آتی ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ خلیج بڑھ رہی ہے کم ہوتی نظر نہیں آتی۔

●●

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:- dawattrust@yahoo.co.in , dawaturdu@indiatimes.com

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57
DL (S) - 05 / 3128 / 2009 - 2011 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post

POSTAL REGISTRATION No.

فلسطین کی آزادی کا راستہ

جاوید انور

لبنان کے حزب اللہ کے حسن نصر اللہ کا یہ بیان کہ اگر محصور فلسطینیوں کے لئے مصر اپنا رفحہ کا دروازہ نہیں کھولتا تو مصریوں کو خود اٹھ کر اس دروازہ کو کھول دینا چاہئے، مصر اور امریکی کیمپ کے تمام عرب حکمرانوں کے سر پر بم کا گولا ہے اور اس بیان پر ان سب نے اصل مسئلہ پر توجہ دینے کے بجائے حسن نصر اللہ پر لعن طعن شروع کر دی ہے۔

فلسطینیوں کو اپنے علاقہ سے باہر دیکھنے کے لئے ممکنہ واحد دروازہ پر بھی مصر کے فراعنہ نے پہرے لگائے ہوئے ہیں، اور دیگر تین دروازوں پر اسرائیل کا تالا ہے۔ رفحہ دروازہ پر نام نہاد امن ''روڈ میپ'' کے تحت مصر کے ساتھ ساتھ برطانیہ اور امریکہ کا سیاسی تالا بھی ہے۔ اس سیاسی تالے کو کھولنے کا مطلب ہے کہ مصر کے اسرائیل سے سفارتی تعلقات کا خاتمہ اور مصر کی اقتصادی بنیاد کا گر جانا کیونکہ یہ مغربی اور صہیونی تعلقات پر قائم کی گئی ہے اور مغربی اسلحہ ہی ان کا ''دفاع'' ہے۔ چنانچہ لاشیں خواہ کتنی گرتی رہیں، خون خواہ کتنا بھی بہتا رہے، زخمیوں کی تکلیفیں اور ان کی چیخیں خواہ کتنی بھی بڑھ جائیں، فلسطینی بھوک اور زخم سے کتنی بھی تعداد میں ہلاک ہو جائیں، ان کی آبادی خواہ کتنی بھی بڑی تعداد میں بے گھر ہو جائے اور انسانی مصائب خواہ کتنی بھی بڑھ جائیں، یہ دروازہ نہیں کھلے گا۔

دروازہ کھولنے کا اب ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ عوام سڑکوں پر آئیں اور اپنے ہاتھوں کے زور سے اسے گرا دیں۔ لیکن مصر کے فراعنہ کا جبری نظام اور حزب مخالف کا ''جمہوری عقیدہ'' ایسا ہونے نہیں دے گا۔ حزب اللہ کی فتح اسرائیل کے مقابلہ میں اس لئے ممکن ہو سکی تھی کہ اس کے لئے شام کا دروازہ کھلا تھا۔ اس سے قبل روس کے خلاف افغانستان کے مجاہدین کو فتح اس لئے حاصل ہو سکی کہ پاکستان کا دروازہ کھلا تھا۔ اگر ۱۴۰ مربع میل میں سمٹی ہوئی ۱.۵ ملین کی غزہ کی فلسطینی آبادی جس کا بیرونی دنیا سے کوئی تعلق نہ ہو اس کے چند سو مجاہدین اسرائیل کو شکست دے کر فاتح ہوں تو یہ تاریخ کی اپنی نوعیت کی اکلوتی فتح ہوگی۔ دنیا کی چند سب سے بڑی فوجی قوتوں میں شمار ہونے والے اسرائیل کے پاس دنیا میں موجود ہر قسم کا اسلحہ ہے اس کا دنیا کی ایک انتہائی کمزور اور محصور قوم سے جس کی کوئی ریاست نہیں ہے۔ باضابطہ جنگ کرنا ہی اس کی شکست کا اعلان ہے۔

فلسطین اور فلسطینیوں کے موجودہ قاتلوں میں صرف اسرائیل، امریکہ، مغربی ممالک اور اقوام متحدہ نہیں، بلکہ اس کے قاتلوں میں عرب ممالک اور بالخصوص مصر، کویت اور اردن کا شمار بھی ہے۔ فلسطینیوں اور فلسطین کی مدد کے لئے اقوام متحدہ، عرب لیگ یا او آئی سی سے کسی بھی قسم کا امید رکھنا اب قدیم حماقتوں میں شمار ہوگا۔ اب مسلم امت کی اجتماعی طاقت سے ہی اس کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ اس اجتماعی قوت کا ان ممالک میں انقلاب لے کر آنا شرط ہے اور یہ فلسطینیوں اور مسلمانوں کی فتحیابی کے لئے ناگزیر ہے۔ مصر اور اردن میں ایسے انقلابات کا لانا، فلسطین کے لئے، اور اسلام آباد میں اس انقلاب کا لانا افغانستان، کشمیر، اور برصغیر میں مسلمانوں کی آزادی کے لئے ناگزیر ہے۔

مسلم دنیا میں ہر فرد کو یہ جان لینا چاہئے کہ سب کی آزادی کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ نوآبادیاتی تسلسل قائم رکھنے والے اور سامراج کے غلام حکمرانوں کے خلاف اعلان بغاوت اور خروج۔ اپنے یہاں کے شیطان کو گوارا کرنے، ان کی مدد کرنے، اور ان کے لئے ہمدردی رکھنے اور ان کی مکمل اطاعت کے بعد دنیا کے دیگر شیاطین کے خلاف واویلا اور احتجاج بے مقصد اور بے معنی ہے۔ اپنے یہاں کے شیاطین سے آپ لڑ سکتے ہیں اور یہی ضرورت بھی ہے مطلوب بھی، اور ممکن بھی، مسلم امت ریاستوں کی رکاوٹوں کو عبور کرنے کے بعد ہی اصل دشمن کو پکڑ سکتی ہے۔ مسلم دنیا پر مسلط خواہ وہ ملوکی آمر ہوں یا جمہوری آمر انہوں نے امت مسلمہ کی تمام آرزوں کا گلا گھونٹ دیا ہے۔ اور یہ ممکن نہیں رہا ہے کہ ان کا (سیاسی) گلا گھونٹے بغیر اب کسی آرزو کی تکمیل ہو سکے۔

مسلمانوں کی اس اجتماعی قوت کو حاصل نہ کرنے کی جتنی وجوہ پر غور کیا جائے تو قیادت اور قائدانہ صلاحیتوں کا عنقا ہونا ایک بڑی وجہ نظر آتی ہے اور جب بھی میں اس مسئلہ پر سوچنا شروع کرتا ہوں اور مایوسی طاری ہونے لگتی ہے تو اس حدیث کے الفاظ یاد آتے ہیں جس میں آسمان سے نزول عیسیٰ کی خبر دی گئی ہے۔ ہند اور فلسطین میں جنگ کی آگ بھڑک چکی ہے۔ بعض تجزیوں اور تاویل کی مطابق ظہور دجال ہو چکا ہے۔ اور اب حضرت عیسیٰ کی آمد آمد ہے۔ عالم اسلام کے بے شمار اسکالر اس موضوع پر بہت کچھ لکھ رہے ہیں۔ اور تیز رفتار حوادث اور واقعات کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ تاہم ایک بات پر ہمیں متفق ہونا چاہئے کہ حضرت عیسیٰ ہمارے حصہ کا نہیں بلکہ اپنے حصہ کا ہی کام کریں گے۔ اگر آج ہم اس کام کو نہیں کر رہے ہیں تو اس بات کا امکان نہیں کہ ہم حضرت عیسیٰ کے انصار بن سکیں۔ بلکہ بعض اوقات مجھے محسوس ہوتا ہے کہ آج مسلمانوں میں سے جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انتظار میں بے عملی کے مرتکب ہیں وہ ظہور عیسیٰ کے بعد سب سے پہلے ان کے منکر ہوں گے، ٹھیک اسی طرح جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد نبی کے منتظر یہودی ہو گئے تھے، وجہ یہ تھی کہ وہ ان کی نسل یعنی بنی اسرائیل سے کیوں نہ آیا۔ فقہی اور مذہبی گروہ میں منقسم مسلم کیا یہی کام حضرت عیسیٰ کے حوالے سے نہیں کریں گے کہ وہ ان کے فرقہ سے کیوں تعلق نہیں رکھتے۔

خاص اور حوصلہ افزا بات یہ ہے کہ مسلم دنیا میں سوچنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق مسلمان جاگ رہا ہے اور سڑکوں پر نکل رہا ہے۔ ہفتہ کے دن ہمارے شہر ٹورانٹو میں برف بنانے والی منفی ۱۵ کی سردی میں اسرائیل کے خلاف دس ہزار کے قریب لوگ نکلے۔ ان میں جوان، بچے، بوڑھے اور مرد اور خواتین بھی شامل تھے۔ شمالی امریکہ کے مختلف شہروں میں لاکھوں لوگ نکلے، ٹورانٹو کے علاوہ نیویارک، ہیوسٹن، واشنگٹن ڈی سی اور کیلیفورنیا اور مشی گن ریاستوں کے مختلف شہروں میں بھی لوگ بڑی تعداد میں سڑکوں پر آئے۔ سعودی عرب کے پابند معاشرہ میں بھی پابندی توڑ کر مسلمان باہر آئے اور مظاہرہ کر کے گرفتار ہوئے۔

فلسطین کی آزادی کا واحد طریقہ دنیا کے مسلمانوں کی اجتماعیت کے بامعنی اور نتیجہ خیز عمل سے وابستہ ہے۔ مسلمان اپنی ذہنی قوت کے بھرپور استعمال سے یہ جنگ جیت سکتے ہیں۔ اب ٹکراؤ ''آئیڈیا'' کا ہے اور مسلمانوں سے بہتر آئیڈیا کسی کے پاس نہیں ہے۔ دنیا کے تمام تھنک ٹینک مل کر اور صدیوں کی تحقیق کے بعد بھی قرآن سے بہتر کوئی ''پیپر'' تیار نہیں کر سکیں گے۔

●●

اقوام متحدہ کا اظہار بے بسی

غزہ۔ اقوام متحدہ نے کہا ہے کہ غزہ میں اسرائیلی فوجی کارروائی تیز ہونے کے بعد اب کوئی بھی جگہ شہریوں کے لئے محفوظ نہیں رہ گئی ہے۔ غزہ میں تعینات اقوام متحدہ کی راحت ایجنسی کے ڈائریکٹر جان گنگ نے فلسطینی شہریوں کو تحفظ فراہم کرانے کی بین الاقوامی برادری سے اپیل کی ہے ویڈیو لنک کے ذریعہ جنیوا میں صحافیوں کو خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ''غزہ میں فوجی کارروائی مزید تیز ہونے کے بعد ۱۵ لاکھ کی آبادی والے غزہ میں اب کوئی بھی جگہ شہریوں کے لئے محفوظ نہیں رہ گئی ہے۔ غزہ کے شہری پہلی اور آخری جو بات مجھ سے کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ برائے مہربانی ہمیں تحفظ فراہم کرائیے۔ اب ہمارے لئے کوئی بھی جگہ نہیں بچی ہے۔ اسرائیلی ٹینک اور فوج منگل کے روز غزہ شہر کے اور اندر پہنچ گئے ہیں۔

بقیہ: اس بوکھلاہٹ کا سبب کیا ہے؟

احتجاج کیا تھا جواب میں ہم جنسی کے حامیوں نے جارحیت اور تشدد کی راہ اپنائی تو اسلام پسندوں نے مزاحمت کی۔ معاصر لکھتا ہے دو ماہ قبل کچھ لوگوں نے اس جشن میں شرکت کرنے والوں پر حملہ کیا کچھ لوگوں کو گاڑیوں سے کھینچ کر باہر ڈال دیا اور نعرے لگائے، ہم جنسی کے حامیوں کو مار ڈالو۔ اور اللہ اکبر۔ یاد رہے کہ یہ جشن رمضان کے مہینہ میں خاص طور سے مسلمانوں کو چڑانے اور مشتعل کرنے کے لئے منعقد کیا گیا تھا۔ جب کہ اخبار مذکورہ کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے اقلیتوں کے حقوق کو فروغ دینے کی غرض سے اس کا انعقاد کیا تھا یعنی اقلیتوں کے حقوق کو فروغ دینے کا طریقہ ہم جنسی کا جشن منانا ہے اس کے ساتھ ہی اخبار اس ملک کی راجدھانی سراجیوو کو اس بنیاد پر تعصب سے پاک اور ہر طرح کے تصورات کا خیر مقدم کرنے والی قرار دے رہا ہے کہ یہاں شراب کے بار بہت بڑی تعداد میں پائے جاتے رہے ہیں جب کہ اب ان کی جگہ مسجدیں لے رہی ہیں اخبار کو اس امر پر تشویش ہے کہ سرکاری کنڈرگارٹن، (بازیچۂ اطفال یا کے جی اسکولوں میں دینی تعلیم متعارف کرائی جا رہی ہے۔

وہ کہیں سے ڈھونڈ ڈھانڈ کر بے دین مسلمانوں کو بھی پکڑ لایا ہے ممکن ہے یہ خود اس کے اپنے ذہن کی پیداوار ہوں اس کا کہنا ہے کہ کچھ سیکولر مسلم والدین اس امر پر شکایت کر رہے ہیں کہ مساجد اور سرکار کے درمیان جو فاصلہ تھا اس کو ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہیں جب کہ سماجی وسیاسی لیڈروں کا کہنا ہے کہ یہ اپنی بیداری ایک حد تک جنگ اور امریکہ کے تھوپے ہوئے ڈے ٹون سمجھوتہ کا ردعمل ہے جس نے ملک کو مسلم کروٹ فیڈریشن اور سرب جمہوریہ میں تقسیم کر دیا ہے۔ اس نے بوسنیا کے مسلمانوں کے سب سے اہم دینی رہنما اور مفتی اعظم مصطفیٰ آفندی سیرک کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سربوں نے ہمارے خلاف نسل کشی کی مہم چلائی تھی۔ ہماری خواتین کی آبروریزی کی تھی اور ہمیں خود ہمارے ملک میں پناہ گزیں بننے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب ہم اپنا آئین نافذ کر رہے ہیں جس کے مطابق ہم اپنے قاتلوں کے ساتھ سیاسی اقتدار اور اراضی میں حصہ داری حاصل کر رہے ہیں جب کہ ہم اب بھی راجدھانی سراجیوو شہر میں خود کو حراست میں اور محبوس محسوس کرتے ہیں۔

اس طرح کی منصفانہ اور کھلے دل ودماغ والی باتوں پر بھی امریکی صدر بش والے نیویارک کا صلیبی اخبار چراغ پا ہے جو کہتا ہے کہ اس طرح کے احساسات یہاں کے لوگوں میں عام ہیں۔

جب کہ جمعہ کے دن نماز کے وقت ہزاروں نمازی شاہ فہد مسجد کی طرف دوڑتے نظر آتے ہیں جہاں نوجوان ایک مقبول ترین اسلام پسند میگزین فروخت کرتے نظر آتے ہیں جس کے ٹائٹل پر امریکہ کے نومنتخب صدر بارک اوبامہ کی تصویر ہے اور اوبامہ کے نام کے درمیانی حصہ کو استعمال کرتے ہوئے لکھا گیا ہے'' حسین! کیا تمہارا امریکہ مسلمانوں کو قتل کرے گا؟''

●●

بقیہ: رخصت پذیر امریکی صدر...

ہیں۔ کیا ان پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ دنیا ایک قاعدے اور ضابطے کے مطابق چلتی ہے۔ یہاں ہر چیز کا ایک اصول ایک ضابطہ مقرر ہے۔ ان کی خلاف ورزی چاہے ایک عام آدمی کرے یا اعلیٰ مناصب پر فائز کوئی شخص کرے دونوں برابر کے مجرم قرار پائیں گے اگر عام آدمی سزاوار قرار دیا جاتا ہے تو اعلیٰ عہدوں پر فائز افراد کو بھی اس کی سزا ملنی چاہئے، رخصت ہونے والے امریکی صدر کی ان غلطیوں کی وجہ سے ملک کے ملک تباہ ہو گئے۔ آبادیاں ویرانوں میں تبدیل ہو گئیں۔ لاکھوں معصوم اور بے گناہ جانیں تلف ہو گئیں۔ کیا اس کا مواخذہ نہیں ہونا چاہئے۔ اگر بوسنیا میں قتل عام کے لئے سرب لیڈر جنگی جرائم کا مرتکب قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور اس کے خلاف مقدمہ چلایا جا سکتا ہے تو اعتراف غلطی کی بنیاد پر رخصت ہونے والے امریکی صدر کا مواخذہ کیوں نہیں ہو سکتا۔

●●

افغانستان میں مزید امریکی فوج

واشنگٹن۔ منتخب امریکی صدر بارک اوبامہ 30 ہزار فوجیں افغانستان بھیجنے سے متعلق پنٹاگن کے منصوبہ کو اپنی منظوری دینے والے ہیں تاکہ نئی انتظامیہ کو جنگ سے متعلق کوششوں کو سمجھنے کا موقع مل سکے۔ یہ اطلاع واشنگٹن پوسٹ نے دی۔

دعوت

پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایرانین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں برائے دعوت آفسیٹ پرنٹرز چھپوا کر دفتر ''دعوت'' ڈی ۳۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: پرواز رحمانی

اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمٰن

سب ایڈیٹرس: محمد صبغۃ اللہ ندوی، عقیدت اللہ قاسمی، عمیر کوٹی ندوی، اشرف علی بستوی

ضرورت رشتہ

دین پسند، سید سنی خاندان کی خوبصورت لڑکی عمر ۲۶ سال، تعلیم انٹر، کے لئے برسر روزگار لڑکے سے رشتہ مطلوب ہے۔

لڑکا ۲۵ سال، تعلیم انٹر، اور ڈپلوما، پرنٹنگ کا اپنا کاروبار کے لئے دین پسند خاندان کی لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔ دہلی وبہار کے رشتے قابل ترجیح ہوں گے۔

بدلے کے رشتے بھی قابل قبول ہوں گے۔

رابطہ کریں:
09899443309

ضرورت رشتہ

معزز تعلیم یافتہ، شیخ برادری کی خوبصورت لڑکی عمر ۲۲ سال، قد پانچ فٹ، چار انچ، گریجویٹ کے لئے شیخ سید برادری کے برسر روزگار لڑکے سے رشتہ مطلوب ہے۔ بہار کے رشتے قابل ترجیح ہوں گے۔

Box No.1419
C/o Sehroza Dawat
Dawat Nagar, D-314,
Abul Fazl Enclave,
Jamia Nagar, New Delhi-25

ضرورت رشتہ

سنی، آفریدی پٹھان، تعلیم یافتہ، (ایم اے فائن آرٹس) قبول صورت دیندار، عمر ۳۲ سال، قد ۵ فٹ ایک انچ، رنگ گورا، دوشیزہ کے لئے شریف خاندان کے لڑکے سے رشتہ مطلوب ہے۔ مغربی اتر پردیش اور آس پاس کے رشتہ کو ترجیح دی جائے گی۔

لڑکی کے والد معروف یونیورسٹی سے بحیثیت استاد ریٹائر ہوئے ہیں۔ تینوں بھائی بحمد اللہ معیاری روزگار سے وابستہ ہیں۔ رابطے کے لئے فون:

09456064474, 09897217912

ضرورت معلمین ومعلمات

جامعۃ الطیبات طوئی اعظم گڑھ، مشرقی یوپی میں مسلم بچیوں کی ایک معروف دینی درس گاہ ہے۔ اس کا نصاب تعلیم ملک کے معروف دینی اداروں کے نصاب سے ماخوذ ہے۔ جس میں دینی تعلیم کے ساتھ عصری مضامین بھی شامل ہیں۔ بچیوں کی ضرورت کے پیش نظر امور خانہ داری کی عملی ونظریاتی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

جامعۃ الطیبات میں درجہ پرائمری سے درجہ فضیلت تک کی تعلیم کا معقول بندوبست ہے۔

جامعہ میں درج ذیل اسامیوں کے لئے درخواستیں مطلوب ہیں

(۱) مہتمم: کسی معروف دینی درسگاہ سے فارغ التحصیل، اصلاحی اور فلاحی قابل ترجیح ہوں گے۔
☆ کم از کم دس سالہ انتظامی وتدریسی تجربہ ہو ☆ عمر چالیس سال سے اوپر ہو
(۲) معاون پرنسپل: (خاتون) جو درجہ فضیلت تک کے مضامین پڑھا سکیں۔
(۳) معلمات برائے شعبہ عربی — نحو وادب — ۴
(۴) معلمین برائے شعبہ پرائمری — اردو، ہندی، ریاضی — ۴
(۵) معلمہ برائے انگریزی، ہائی اسکول وانٹرمیڈیٹ — ۱

معقول مشاہرہ کے علاوہ قیام وطعام کی سہولت جامعہ کی طرف سے مفت فراہم کی جائے گی۔
جامعہ میں قیام کے خواہش مندوں کو ترجیح دی جائے گی۔

ابوعبید خاں
ناظم جامعۃ الطیبات، طوئی، فون نمبر 05460-28809

شربت اکسیر

طاقت سے بھرپور بخشی کا صحت بخش ٹانک

جسمانی کمزوری دور کرنے میں بے مثال

ایس اے بی بخشی کمپنی

۳۲ مولانا شوکت علی اسٹریٹ (کولوٹولہ) کولکاتا - ۷۳
Phones: 033-22373039, 033-22377646

دہلی اسٹاکسٹ: ☆ جگمگ اسٹور نیوورائٹی اسٹور، لال کنواں (نزد ہمدرد) دہلی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باپ کی رضا کے ساتھ خداوند عالم کی خوشنودی وابستہ ہے اور باپ کے غصے کی وجہ سے خدا تعالیٰ بھی ناراض ہو جاتا ہے۔

(ترمذی شریف)

UNIQUE CREATIONS
Specialist in Unipole & Structure Hordings
#4, Building No.29/35, 1st Main, Opp. Masjid-e-Husna,
S.R.K. Garden, Jayanagar East, Bangalore-41
E-mail: uniquecreations2008@gmail.com

جامعۃ الصّفۃ ورنگل

دعوت دین واقامت دین کے لئے ایک تعلیمی تحریک

الحمد للہ! جامعۃ الصفۃ ورنگل اپنا پانچواں تعلیمی سال مکمل کر کے چھٹے سال کا سفر طے کر رہا ہے اور اپنے طے کردہ مقاصد کے تحت پیش قدمی کر رہا ہے۔ پانچ سال کی مختصری مدت میں بفضلہ تعالیٰ گزشتہ دو سالوں میں ۱۰ طلبہ نے حفظ کی تکمیل کی ہے اور امسال اللہ کے فضل وکرم سے مزید ۱۴ طلباء حفظ قرآن کی تکمیل کر چکے ہیں۔

جامعہ کا شعبہ عالمیت

جامعہ کے شعبہ عالمیت میں عربی اول تا چہارم جماعتیں قائم ہیں جس میں تشنگان علم وخادمان دین اپنے علم کی پیاس بجھا رہے ہیں تاکہ وہ معاشرہ میں منصبی کردار ادا کر سکیں۔ جامعہ میں تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ طلباء کی کردار سازی اور اسلامی فکر کی پختگی پر خاص توجہ کی جاتی ہے۔ جامعہ میں اس وقت ۱۴۰ طلبہ زیر تعلیم ہیں اور تقریباً سارے ہی طلبہ دارالاقامہ میں مقیم ہیں ان کی تعلیم، رہائش وطعام کے اخراجات اہل خیر حضرات کے تعاون وسرپرستی سے مکمل کئے جاتے ہیں (اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے) الحمد للہ! طلباء کو تلگو وانگریزی زبان بھی پڑھائی جاتی ہے تاکہ وہ برادران وطن میں دعوت دین کا کام انجام دیا جا سکے۔

شعبہ تدریب ائمہ

جامعۃ الصفہ ورنگل میں اس سال تدریب ائمہ کا دو سالہ کورس شروع کیا جا رہا ہے جس میں ایسے طلباء کو داخلہ دیا جائے گا جو کم از کم آٹھویں جماعت کامیاب ہوں نیز جو اردو یا تلگو لکھنا پڑھنا جانتے ہوں اور بالخصوص دیہات کے رہنے والے ہوں۔ ان طلباء کو دوران تعلیم ماہانہ فی کس ایک ہزار روپے تعلیمی وظیفہ دیا جائے گا تاکہ طلباء اور اولیاء طلباء کو یکسوئی ہو اور طلباء دلجمعی کے ساتھ تعلیم حاصل کر سکیں اور ان طلباء کے قیام وطعام کی ذمہ داری جامعہ پر ہوگی۔ ہر طالب علم پر ماہانہ ڈھائی ہزار روپیوں کا خرچ ہوگا (Rs.2,500/-) ادارہ اس سال ۲۰ طلباء کو تدریب ائمہ کے لئے داخلہ کا منصوبہ بنایا ہے۔ تدریب ائمہ کے دو سالہ کورس کے دوران ان منتخب طلباء کو امامت اور خطابت کے اصول قرآن، حدیث وفقہ کے علم اور حالات حاضرہ کے تقاضوں سے واقف کروایا جائے گا۔ اس دو سالہ کورس کی تکمیل کے بعد دیہاتوں میں ان طلباء کی خدمات سے استفادہ کیا جائے گا۔

محترم بھائی! آپ کے علم میں یہ بات ہوگی کہ قادیانیت اور عیسائیت کے مبلغین مختلف طریقوں سے دیہات کے بھولے بھالے مسلمان بھائیوں کو مالی رغبت دلا کر مرتد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور گاہے گاہے انہیں کامیابی بھی حاصل ہو رہی ہے جب کہ شہروں میں رہنے والے مسلمان، صاحب ثروت اور اہل علم حضرات اس جانب خاطر خواہ توجہ نہیں دے پا رہے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ دونوں فتنے امت مسلمہ کے لئے ایک بڑا مسئلہ بنے ہوئے ہیں مسلمانوں کو جہاں مختلف پہلوؤں سے کام انجام دینا ہے وہیں مساجد کی تعمیر کے ساتھ ساتھ بالخصوص ائمہ مساجد کو بھی تیار کرنا ہے جو دینی تڑپ رکھتے ہوں اور شہروں سے دور دیہاتی پس منظر میں کام کے لئے آمادہ ہوں۔ جامعۃ الصفۃ نے ایک طویل مدتی منصوبہ کے تحت اس اہم کام کو انجام دینے کا بیڑہ اٹھایا ہے جس کے لئے خطیر رقم کی ضرورت ہے اس خصوص میں اہل خیر اور دین کا درد رکھنے والے احباب آگے آئیں اور ان طلباء کی کفالت کی ذمہ دار سنبھالیں۔ جامعۃ الصفہ اس اہم پراجکٹ کو اللہ کے فضل وکرم اور خیرخواہان دین وملت کے تعاون سے انجام دے گا۔ انشاء اللہ۔

تعاون کی شکلیں ☆ طلباء کی کفالت: تدریب ائمہ کے لئے فی طالب علم سالانہ -/30,000 روپے شعبہ حفظ کے لئے سالانہ -/10,000 روپے فی طالب علم ☆ شعبہ عالمیت کے لئے سالانہ -/12,000 فی طالب علم (مدت پانچ سال) ☆ اساتذہ کی تنخواہ کی شکل میں ماہانہ =/48,000 روپے ☆ تعمیری کام اور قرضوں کی ادائیگی کیلئے۔ **نوٹ:** جامعہ اپنے خیرخواہوں کو ابھی تک بارہ لاکھ روپے قرض واجب الادا ہے اس خصوص میں تعاون کی درخواست ہے۔

سرپرست جامعہ: حضرت مولانا سید جلال الدین عمری مدظلہ، امیر جماعت اسلامی ہند
JAMIA-TUS-SUFFAH
Deshaipet Road, Warangal, A.P. India
ناظم جامعہ: محمد خواجہ عارف الدین
Phone: +91-870-2424576, Cell:+91-9849004547 A/c No. 444351498 Indian Bank Mandi Bazar, Warangal A.P. INDIA

ترجمۂ قرآنِ مجید (انگریزی)

Towards Understanding The Qur'an

از: مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ
انگریزی ترجمہ: ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری

مفکر اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے شہرۂ آفاق اور عام وخاص طبقے میں یکساں مقبول وپسندیدہ اردو ترجمۂ قرآن مجید مع مختصر حواشی کا عام فہم، سلیس اور شگفتہ انگریزی ترجمہ۔

بڑے سائز: $\frac{۲۳\times۳۶}{۱۶}$ کی غیر معمولی مقبولیت کے بعد شائقین کی بے حد خواہش اور اصرار پر چھوٹے سائز (Pocket Size) ڈی لکس میں بھی شائع ہو گیا ہے۔
آخر میں موضوعات کی فہرست بھی درج ہے۔

سائز: $\frac{۲۳\times۳۶}{۳۲}$ ● صفحات: ۱۳۶۰ ● ہدیہ: Rs.200/-

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔ ۲۵
Post Box. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110 025
Phones:26971652,26954341, Fax:26947858
E-mail: mmipublishers@gmail.com Website: www. mmipublishers.net

موکا بنا تیز اثر دار افضلس نورانی تیل

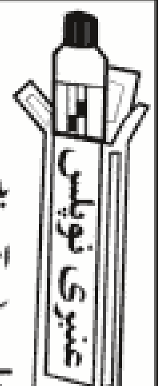

لیبل وکیپ پر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیں

بدن کے ہر قسم کے درد، زخم، چوٹ ورم، سردی کے امراض نیز بچوں کی بہت سی بیماریوں مثلاً حلقہ، ختنہ، کھانسی، نزلہ، زکام وغیرہ میں مجرب ومفید ہے

INDIAN CHEMICAL CO. NEW CHEMICAL CO.
Mau Nath Bhanjan-Mau-275101 (U.P.)

حکومت سے منظور شدہ ایکسپورٹ ہاؤس
سپر ٹینری لمیٹیڈ

برنشڈ بف کاف ☆ فیشن اسپیل لیدرز ☆ انڈسٹریل سیفٹی بوٹ لیدرز ☆ نوبک ☆ واٹر پروف لیدرز ☆ گارمنٹ نپّا ☆ شو اینڈ بوٹ اپرز

SUPER TANNERY LIMITED
(A Government Recognised Export House)
187/170, JAJMAU ROAD, KANPUR-208010 (INDIA)
Tel:+91-512-2460137,2465362,2462138,2461079
Fax:+91-512-2460792,2462227,
Email:supertannery@satyam.net.in
Website:www.supertannery.org